UNIVERSAL
LIBRARY

OU_228216

UNIVERSAL
LIBRARY

محاکمہ قطعات ابن یمین و سعدی

مع

سوانح ابن یمین

از

خاکسار علی شبیر سررشتہ دار انتظامی ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

مترجم سفرنامہ برکھارٹ و مولف تاریخ حجر اسود و تاریخ غلاف کعبہ و

حجاز کے فرنگی سیاح و رسالہ محاسب و فسانہ عبرت و دور آخری وغیرہ

مطبوعہ

تاج پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

رمضان ۱۳۴۴ھ م مارچ ۱۹۲۶ء

Checked 1965
1969

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

عموماً اہل ذوق اس پر متفق ہیں کہ سعدی کا کلام خواہ نظم ہو یا نثر اپنی طرز میں بے مثل ہے۔ اس امر کی تصدیق میں بعض اصحاب نے اس پر محققانہ ریویو اور تنقیدیں لکھی ہیں خصوصاً شمس العلماء مولوی الطاف حسین حالی مرحوم نے سعدی کے کلام پر ایک فاضلانہ رائے لکھکر یہ ثابت کر دیا ہے کہ پند و نصائح کے اعتبار سے ان دونوں کتابوں کا جواب نہیں ہے۔ علی ہذا القیاس غزل میں جو مرتبہ سعدی کا ہے وہ اظہر من الشمس ہے ان کا دیوان عام طور پر نکدان شعرا مشہور ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مسلم استاد غزل کہا ہے ملا جامی ان کی پیمبری کی نسبت یہ فتویٰ دے چکے ہیں۔

ہر چند کہ لا نبی و بعدی	در شعر سہ تن پیمبرانند
فردوسی و انوری و سعدی	ابیات و قصیدہ و غزل را

قصائد میں سعدی کو ایک نئی طرز کا موجد کہتے ہیں۔ مگر قطعات سعدی پر غالباً آج تک کسی صاحب نے توجہ نہیں کی عام رائیں جو لوگوں نے ان کے کلام پر لکھی ہیں اور جن سے انکی فضیلت دیگر اساتذہ پر بخوبی ثابت ہے گو اس کے ضمن میں قطعات بھی شامل ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ بالمقابل ان جواہرات کو نہیں پرکھا گیا۔ یہ بات بھی نہیں ہے کہ قطعات تعداد میں کم ہوں بلکہ تخمیناً پانسو ہیں اور یہ اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ اگر گلستان اور کلیات سے تمام قطعات نکالکر ایک جگہ جمع کئے جائیں تو اچھی خاصی کتاب بن جائے۔

عموماً اہل ذوق جسطرح قصائد میں **انوری** کو غزلیات میں **سعدی** کو مثنوی میں **فردوسی** کو
اور رباعیات میں **حکیم عمر خیام** کو استاد مانتے ہیں۔ اسی طرح قطعات میں **ابن یمین** کو یکتا سمجھتے ہیں
میرا خیال ہے کہ **سعدی** کے قطعات کو بھی وہی مرتبہ حاصل ہے جو انکی غزلیات کو ہے۔ ابن
یمین و **سعدی** دونوں بزرگوں نے پند و نصائح و اخلاق و فلسفہ و حکمت وغیرہ پر قطعے لکھے ہیں
اس وجہ سے دونوں میں بہت مناسبت معلوم ہوتی ہے لیکن اگر نظر تحقیق سے دیکھا جائے تو ظاہر ہوتا ہے
کہ جہاں ان دونوں صاحبوں کے قلم سے ہم مضمون و ہم مطلب و ہم معانی قطعات نکل گئے ہیں یا دونوں
کے مضمون لڑ گئے ہیں وہاں **سعدی** کے کلام کی خصوصیات واضح طور پر نمایاں ہیں اور جب کسی
ایک ہی مضمون پر دونوں استادوں نے طبع آزمائی کی ہے تو **سعدی** کے قطعات میں بندش کی
درستی خیالات کی پختگی فصاحت و بلاغت ایک خاص امتیاز رکھتی ہے اور بمقابلہ **ابن یمین** کے
قطعہ گوئی میں استادی کے زیادہ مستحق **سعدی** ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اب کوئی پچیس سال قبل میں نے
سنہ ۱۹۱۰ء میں دونوں کے قطعات پر محاکمہ لکھکر **انجمن یادگار سعدیؒ** کے ایک جلسہ میں یہ ثابت
کیا تھا کہ **سعدی** کے قطعات بہ نسبت **ابن یمین** کے بدرجہا بہتر ہیں۔ ضرورت اس کی ہوتی ہے
کہ جن لوگوں کے درمیان محاکمہ کیا جائے ان کے حالات سے ناظرین کو آگاہ کر دیا جائے۔ اس وقت
انجمن مذکور کی نوعیت کے لحاظ سے اس امر کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی اور **سعدی** کے حالات
لکھنے کی ضرورت بوجہ کثرت شہرت اب بھی نہیں معلوم ہوتی البتہ **ابن یمین** سے چونکہ بہت سے
لوگ واقف نہیں ہیں اس لئے بقدر حاجت ان کے حالات قلمبند کرکے اس کمی کو اب پورا کر دیا گیا
تاکہ انکے علم و فضل و کمالات سے واقف ہوکر اور ان کے **پایۂ علم** سے آگاہ ہوکر ان کے
کلام کا موازنہ کیا جا سکے۔ اور جو محاکمہ اس ہیچمدان نے ان کے قطعات پر لکھا ہے اس کا صحیح اندازہ
ہوسکے۔ اس وقت سابقہ محاکمہ میں بقدر ضرورت اصلاح کرکے چند قطعات بھی اور شریک کر دیئے گئے ہیں

لہ سنہ ۱۹۱۰ء میں چند علم دوست احباب نے جن کو زبان فارسی سے خاص دلچسپی تھی حیدرآباد دکن میں ایک انجمن موسوم بہ "انجمن یادگار سعدی"
قایم کی تھی۔ اس کے مقاصد سعدی کے کلام کی اشاعت۔ نظم و نثر میں سعدی کا تتبع اور سعدی کے کلام کی ظاہری و معنوی
خوبیوں کو پبلک میں پیش کرنا تھے۔ انجمن مذکور کے روح رواں و مدیر میرے مخدوم و مکرم مولوی عبدالحق صاحب بی۔اے پرنسپل اورنگ آباد کالج
تھے اور جس جلسہ میں محاکمہ زیر بحث پڑھا گیا تھا وہ زیر صدارت نقاد سخن جناب مولوی حکیم سید امتیاز الدین حسن صاحب منعقد ہوا تھا۔ ۱۲

جن سے یقیناً اس کی دلچسپی میں اضافہ ہوگیا ہے اس محاکمے کے ملاحظہ فرمانے کے بعد ابن یمین کا کلام سعدی کے مقابلہ میں اگر پھیکا نظر آئے تو اس سے ناظرین یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ابن یمین کا سب کلام ایسا ہی ہوگا۔ نہیں۔ یہ سعدی کے کلام کی خصوصیات ہیں کہ انکے سامنے بڑے بڑے استادوں کا رنگ بگڑ جاتا ہے ورنہ ابن یمین کے سینکڑوں بے مثل اور لاجواب قطعات ایسے ہیں جو زبانِ فارسی کے لئے مایۂ ناز ہیں اور بجز سعدی کے دوسرے اساتذہ پران کا تفوق ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں سعدی و ابن یمین کا موازنہ کرتے وقت یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سعدی کا زمانہ ابن یمین سے قبل ہے یعنے ۶۹۱ ہجری میں سعدی کی وفات ہوئی اور ۶۸۵ ہجری میں ابن یمین پیدا ہوئے۔ ان کو سعدی کے کلام سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع کافی ملا تھا اور اس اعتبار سے سعدی کو ابن یمین پر قدرتی طور سے تقدم حاصل ہے چونکہ ابن یمین کی مستقل سوانح عمری لکھنی مجھے مقصود نہ تھی۔ اس لئے ابتداءً یہ خیال تھا کہ محاکمہ کی مناسبت سے کچھ تھوڑے سے حالات تحریر کردئے جائیں مگر اتفاق سے یہ مضمون بڑھ گیا اور میں نے یہ قیاس کرکے کہ جسطرح ابن یمین کے حالات معلوم کرنے کا مجھے شوق ہے ایسا ہی میرے دوستوں کو بھی اشتیاق ہوگا جو کچھ دلچسپ و ضروری باتیں معلوم ہوسکیں درج کردی گئیں۔ ان حالات کے فراہم کرنے میں جن کتابوں سے مجھے مدد ملی۔ یا جن کے دیکھنے کی مجھے ضرورت پڑی ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں

(۱) قطعات ابن یمین مطبوعہ مطبع دارالاقبال ریاست بھوپال

(۲) کتاب احوال ابن یمین مرتبۂ رشید یاسمی مطبوعہ طہران سنبلہ ۱۳۰۳ ف

(۳) دیوان ابن یمین قلمی موجودہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔

(۴) انگریزی فہرست کتب خانہ بانکی پور مرتبہ مولوی عبدالمقتدر صاحب مطبوعہ کلکتہ بنگال سکریٹریٹ بک ڈپو ۱۹۰۸ عیسوی جلد اول فردوسی تا حافظ۔

(۵) لٹریری ہسٹری آف پرشیا (تاریخ ادبیات ایران) جلد سوم مولفہ پروفیسر اڈورڈ براؤن جس میں ابن یمین کے متعلق ان کا ماخذ تذکرہ مجمل فصیحی خوافی ہے۔

(۶) تاریخ روضۃ الصفا جس سے بالخصوص ابن یمین کے معاصر امراء و سلاطین کے حالات اقتباس کئے گئے۔

(۷) تاریخ حبیب السیر

(۸) تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی

(۹) مجالس المومنین قاضی نور اللہ شوستری۔

(۱۰) تذکرہ مجمع الفصحا مولفۂ رضا قلی خاں ہدایت

(۱۱) آتشکدۂ آذر مولفہ حاجی لطف علی خاں۔

(۱۲) شعر العجم مولفۂ مولوی شبلی نعمانی۔

(۱۳) تذکرۂ شمع انجمن مولفۂ نواب صدیق حسن خاں مرحوم

(۱۴) فارسی فہرست کتب خانہ مولوی خدابخش خانصاحب مرحوم موسوم بہ محبوب الالباب۔

(۱۵) مختصر تذکرۃ الشعرا مولفہ مولوی عبد الغنی خاں صاحب فرخ آبادی۔

(۱۶) انگریزی فہرست کتب خانۂ شاہان اودھ مولفۂ ڈاکٹر اسپرنگر۔

(۱۷) انگریزی فہرست کتب خانۂ انڈیا آفس مرتبۂ ڈاکٹر ایتھے۔

ترتیب سوانح ابن یمین میں اولاً میں نے قطعات ابن یمین کو اپنا رہنما بنایا تھا جن سے انکے بہت سے حالات و واقعات پر روشنی پڑتی ہے اس کے بعد مجھے سب سے زیادہ مدد کتاب "احوال ابن یمین" مولفہ ملا رشید یاسمی سے ملی اور اکثر حالات اسی سے ماخوذ کیے گئے۔ ملا رشید یاسمی کا ماخذ کلیات ابن یمین مرتبہ و مدونہ مرزا علی اکبر خاں دہخدا مدیر مدرسۂ سیاسیات و اڈیٹر رسالۂ صور اسرافیل طہران ہے۔ ابن یمین کے حالات لکھتے وقت میں نے چاہا تھا کہ نسخۂ کلیات ابن یمین موجودہ کتب خانۂ بانکی پور ایک مرتبہ غور سے دیکھ لوں مگر ملا رشید کی تالیف ملجانے سے فی الجملہ یہ ضرورت رفع ہو گئی

علی شبیر

۱۱ شوال سنہ ۱۳۴۳ھ

سوانح ابن یمین

نام و نسب

ان کا نام محمود[1] اور تخلص و کنیت ابن یمین ہے۔ ان کو اپنے والد امیر یمین الدین طغرائی[2] سے کمال محبت تھی اور ان ہی کے شاگرد تھے۔ غالباً اسی وجہ سے ابن یمین تخلص کرتے تھے یا ممکن ہے کہ ان کے پدر بزرگوار نے اپنے بقائے نام کے خیال سے انکا یہ تخلص قرار دیا ہو۔ ابن یمین قوم کے ترک تھے اور انکے آبا و اجداد کا وطن ترکستان تھا ان کا خاندان علم و فضل و خدمات سلاطین کے اعتبار سے سربراوردہ رہا ہے چنانچہ ابن یمین نے اپنے دیوان پر ۷۴۳ھ ہجری میں جو دیباچہ[3] تحریر کیا ہے اُس میں فرماتے ہیں۔

"پیوستہ آبا و اجداد من بندہ بفضل و ہنر مشہور و بہ مباشرت اشغال دیوانی سلاطین مذکور"
"و امثلہ و مناشیر ملوک بہ طغرا و اعلانات ایشاں محلّی و مزین و مقامات یک یک در حضرت"
"اکابر و اعیان مبین و معین بودہ"

بقول دولت شاہ امیر یمین الدین سلطان محمد[4] خدابندہ کے زمانے میں (جو ۷۰۳ھ ہجری سے ۷۱۶ھ ہجری تک سریر آرائے سلطنت رہا) قصبۂ فریومد[5] میں جائداد خرید کر سکونت پذیر ہوئے تھے

---

[1] مولوی شبلی نعمانی نے شعر العجم میں غلطی سے ابن یمین کے والد کا نام محمود تحریر کیا ہے اور نواب صدیق حسن خانصاحب نے تذکرۂ شمع انجمن میں امیر الدین لکھا ہے۔ یہ بڑے لوگ ہیں ایسی چھوٹی باتوں پر غور نہیں فرماتے۔

[2] طغرا ایک خاص قسم کا خوشنما خط ہوتا ہے۔ فرامین کے عنوان پر شاہان وقت کے نام بطور مونوگرام کے اسی خط میں لکھے جاتے تھے اس خدمت کے انجام دینے والے کو طغرائی کہتے تھے ۱۲

[3] ایران ہندوستان و انگلستان کے کتب خانوں میں کلیات ابن یمین کے دو نسخے ہیں ایک ۷۴۳ھ میں مرتب ہوا تھا اسکا دیباچہ خود ابن یمین کا لکھا ہوا ہے دوسرا ۷۶۶ھ ہجری میں مرتب ہوا جس کا دیباچہ ابن یمین کے کسی دوست نے لکھا تھا اسکے متعلق کلام ابن یمین کے ضمن میں بحث کیگئی ہے

[4] سلطان محمد خدابندہ جس کا اصلی نام الجائتون خاں ہے سلسلۂ چنگیز خانی میں ایران و توران کا آٹھواں فرمانروا تھا۔

[5] ملا رشید جامع احوال ابن یمین کہتے ہیں کہ ملک خراسان کے ضلع سبزوار میں یہ مشہور و معروف قصبہ سبزوار سے جانب شمال و مغرب بیس کوس پر واقع ہے آجکل اسکو فرومد کہتے ہیں۔ کوئی پانسو گھر کی آبادی ہے اس وقت وہاں ابن یمین کی کوئی یادگار یا اثر آثار نہیں پایا جاتا شعر العجم میں مولوی شبلی نعمانی نے غلطی سے اسکا نام فراوند لکھا ہے۔ صاحب فرہنگ انندراج نے بھی غلطی کی ہے اور اسکا نام فریوند تحریر کیکے یہ نوٹ لکھا تھا۔ "قصبہ ایست کہ از انجاست افضل العلماء امیر محمود مشہور بہ ابن یمین" ۱۲

خواجہ علاء الدین محمد وزیر سلطان ابو سعید محمد بہادرخان ۔ یمین الدین پر بہت مہربان تھا اور ان کے ساتھ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا کرتا تھا ۔ اُس نے ابتداء میں انکو خدمت طغرائی (فرمان نویسی) پہ مامور کیا ۔ پھر خدمت مستوفی پر (جو ہمارے زمانے کی صدر محاسبی و نظامت جمعبندی مشترکہ سمجھنی چاہیے) ترقی دی ۔ یہ امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور لفظ امیر جو ان کے نام کا جزو ہے وہ خطابی ہے ۔ اسی وجہ سے لطف علیخان آذر نے آتشکدہ میں ابن یمین کا ذکر سلاطین و امرا کے زمرہ میں کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے ۔ اگر صاحب آتشکدہ نے ابن یمین کے قطعات کا معائنہ بغور فرمایا ہوتا تو اُن کو معلوم ہو جاتا کہ ابن یمین کو امیری سے کوئی نسبت نہیں ہے ۔ انکے نام کے ساتھ لفظ "امیر" وہی نسبت رکھتا ہے جیسے کہ ہمارے زمانے میں بگڑے نوابوں کی مفلس اولاد کے ساتھ لفظ "نواب"۔

یمین الدین اپنے زمانہ کے بڑے فاضل تھے ۔ اور شاعری میں بلند مرتبہ رکھتے تھے دولت شاہ نے ان کو ملک الفضلا لکھا ہے بعض سخن فہم فاضلوں نے یمین الدین کے کلام کو ابن یمین کے کلام پر ترجیح دی ہے لیکن بقول دولت شاہ یہ مبالغہ ہے ۔ انھوں نے اپنی تمام عمر خواجہ علاء الدین محمد کی مداحی میں بسر کی ۔ اُس زمانہ میں مشاعرہ کتبی کا رواج تھا اور شاعروں کے درمیان نظم میں تحریری سوال و جواب ہوا کرتے تھے چنانچہ امیر یمین الدین اور ان کے فرزند ابن یمین میں بھی اس قسم کے مشاعرے ہوتے رہتے تھے ۔ بعض اوقات امیر ممدوح جس طرح میں خود کوئی نظم لکھتے اسی طرح میں ابن یمین سے لکھواتے ۔ ایسے مشاعروں کی یادگار میں امیر یمین الدین کی یہ رُباعی بہت مشہور ہے

دارم ز عتاب فلک بوقلموں
وز گردش روزگار خس پرور دوں
چشمے چو کنارہ صراحی ہمہ اشک
جانے چو میانہ پیالہ ہمہ خوں

اس کے جواب میں ابن یمین کہتے ہیں ۔

دارم ز جفائے فلک آئینہ گوں
پر آہ دلے کہ سنگ ازو گردد خوں
روزے بہ ہزار غم بہ شب می آرم
تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیروں

۱؎ خواجہ علاء الدین محمد کا کسی قدر تفصیلی ذکر ابن یمین کے ممدوحین کے ضمن میں کیا گیا ہے ۱۲

۲؎ ابو سعید بہادر خاں چنگیز خانی بادشاہوں میں بارہواں فرمانروائے ایران و توران ہے اس نے ۷۱۶ ہجری سے ۷۳۶ھ تک سلطنت کی اس کی وفات کے بعد طوائف الملوکی ہو گئی اور ہر صوبہ دار اپنے اپنے علاقہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا ۱۲

لیکن اِن تمام نظموں میں سے جو باپ بیٹے نے ایک دوسرے کے جواب میں لکھیں۔ اسوقت ایک قصیدہ کا اور پتہ چلتا ہے اور وہ ابن یمین کے کلیات میں موجود ہے۔ یہ اُس وقت فریومد سے جرجان[1] گئے ہوئے تھے۔ اور انکے والد فریومد میں تھے ابن یمین باپ کی جدائی میں لکھتے ہیں۔

یارب از مِن خبرے سوئے خراساں کہ برد ... قصۂ دردِ دلِ من سوئے درماں کہ برد
گیرم احوالِ دلم باد رساند بر دوست ... وصفِ شوقم برآں منبعِ اِحساں کہ برد
آنکہ از روحِ قدس دوش بہ خلوت پرسید ... کز شرف آہ بہ سرِ ذروۂ کیواں کہ برد

ق

رُوحِ قدسی ز سرِ خبرت و دانش گفتش ... آصفِ عہد یمیں دولا است آں کہ برد
ایں ثنا عرض ہمی کردم و عقلم میگفت ... شرم بادت پسرا۔ زیرہ بہ کرماں[2] کہ برد
بر دعا ختم کن اے ابن یمیں بیش مگو ... نطق باقل[3] بہ فصاحت بر سحباں[4] کہ برد

امیر یمین الدین کا اشتیاق ملاحظہ ہو۔

خبرے سوئے نگارم بہ خراساں کہ برد ... قصۂ ذرہ بہ درگاہ خور آساں کہ برد
نبوئے یوسفِ مصری کہ چو جان است عزیز ... خبر سوختہ کورۂ کنعاں[5] کہ برد
سخنِ چشمۂ چشمم کہ ہرندے[6] است رواں ... چو ہرندش بہ روانی سوئے جرجاں کہ برد
زانکہ در مرکزِ غم نقطہ صفت ماند سخن ... بہ محیطے کہ بود منزلِ کیواں کہ برد
غمِ دلبندم و سودائے جگر گوشہ مرا ... ہست جائیکہ دراں راہ بامکاں کہ برد
قرۃ العین من اے جاں جوانی محمود ... صبر را روزِ جدائی ز تو فرماں کہ برد
جز من و جز تو بہ دستوری دستورِ[7] جہاں ... گوئے فضل و خرد از اہلِ خراساں کہ برد

[1] جرجان ایران کے صوبہ استرآباد کا دارالحکومت تھا۔ یہ گرگان کا معرب ہے۔
[2] کرمان کا زیرہ مشہور ہے۔ زیرہ بکرمان بردن کے معنی بیفائدہ کام کرنا۔
[3] باقل عرب میں ایک شخص گذرا ہے جو حماقت اور عجز بیان میں ضرب المثل ہے۔
[4] سحبان فصاحت میں مشہور ہے۔
[5] کورۂ کنعاں۔ کنعان کا اندھا۔ مجازاً حضرت یعقوبؑ۔ یہاں امیر یمین الدین سے مراد ہے۔
[6] ہرند جرجان میں ایک ندی ہے۔
[7] خواجہ علاء الدین محمد وزیر خراسان۔

تذکرہ دولت شاہ میں امیر یمین الدین کا ایک اور قطعہ بھی تحریر ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

بزرگوار خدایا بہ سوز سینۂ آنان | کہ علم و حکمت تو تافت در دل ایشان

یہ قطعہ ایک مناجاتیہ نظم ہے اور چونکہ غیر مانوس بحر میں ہے اسلئے قلم انداز کیا جاتا ہے امیر یمین الدین کی وفات بتاریخ ۲۴ جمادی الثانی سنہ ۷۲۲ھ[1] روز شنبہ وقت شب بمقام فریومد ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ ابن یمین نے قطعہ تاریخ وفات یہ لکھا ہے۔

سال بر ہفت صد و بست و دو ز ہجرت | شب شنبہ ز جمادی دوم بست و چہار
کہ یمین دول و دیں شہ اقلیم سخن | رفت زیں منزل فانی بہ سوئے دار قرار

ابن یمین کی ولادت و مولد و وطن

عموماً دوسرے مشاہیر کی طرح ابن یمین کا سالِ ولادت بھی بہ آسانی معلوم نہیں ہو سکتا۔ دولت شاہ کے اس فقرہ سے "امیر یمین الدین بروزگار سلطان محمد خدا بندہ املاک و اسباب خریدہ متوطن شد و مولد امیر محمود ابن یمین ہمیں فریومد بودہ" دھوکا ہوتا ہے کہ ابن یمین سلطان محمد خدا بندہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ مگر ان کی عمر کے اعتبار سے یہ امر خلاف واقعہ ہے جیسا کہ اب ہم ثابت کریں گے۔

کسی شخص کی تاریخ ولادت معلوم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ اس کی عمر اور اس کے سنہ وفات سے حساب لگایا جائے ابن یمین کا سنہ وفات ۷۶۹ھ ہے اور انکی عمر قطعہ ذیل سے کم از کم پچھتر سال ظاہر ہوتی ہے۔

مرا ہفتاد و پنج از عمر بگزشت | ندیدم مردمی از ہیچ انسان
نہ از تحسیں وزیرے گشت خرم | نہ از تحسیں[2] امیرے شد ہراساں
بگفتم مدح یک یک شاہ بہ کرات | بتحسیں یافتم ز ایشاں نہ احساں
نمیدانم کہ دار ند ایں خباثت | ہمہ آفاق یا اہل خراساں
ہزاراں تیز[3] بر پیشینیاں باد | اگر بودند ایشاں ہم بدیناں

۱ دولت شاہ نے یمین الدین کی تاریخ وفات ۷۲۴ ہجری تحریر کی ہے جو ابن یمین کے قطعہ کے مقابلہ میں صحیح نہیں سمجھی جا سکتی
۲ تحسین - ہجو۔ ۳ تیز - گوز

پس اگر سال وفات (۷۶۹) سے (۷۵) خارج کریں تو ۶۹۴ھ سنہ ولادت قرار پاتا ہے۔ لیکن اسکا ثبوت بھی کچھ نہیں ہے کہ پچھتر برس کے بعد وہ زندہ ہی نہ رہے بلکہ اسکے برخلاف بعض قطعات ان کے کلیات میں ایسے موجود ہیں جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابن یمین نے پچھتر سال سے زائد عمر پائی مثلاً خواجہ نظام الدین یحیی (کسی امیر) کے قتل کے متعلق یہ قطعہ تاریخ وفات ہے۔

بہ سال ہفت صد و دو ز ہجرت نبوی	دہم ز ماہ محرم سہ شنبہ از ہفتہ
بہ یوز آقاج[1] نظام خجستہ پے یحیی	ز تیغ قہر اجل تا بحشر شد خفتہ

یہ واقعہ سنہ ۲ ہجری کا ہے۔ اگر ابن یمین کی ولادت ۶۹۴ھ کی مانیں تو قطعہ مذکور کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تسلیم کرنی پڑیگی۔ حالانکہ ایک آٹھ برس کے بچے کا کسی پولٹیکل واقعہ کو ایسی خوبی کے ساتھ نظم کر دینا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ خیال گزرتا ہے کہ اس قطعہ کی تحریر کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سے زائد ہوگی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ انکے والد نے اس واقعہ کو نظم کرا دیا ہو اور بہ قدر ضرورت اسمیں خفیف اصلاح دیدی ہو۔ مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے ایک قطعہ اور ملاحظہ ہو۔ یہ ایک دستاویز ہے جو ابن یمین نے سنہ ۴ ہجری میں نظم میں تحریر کی ہے۔

کاتب ایں حروف ابن یمین	بر خط و قول خود گرفت گواہ
کہ بتاریخ بستم ز رجب	تا بہ نوغان[2] کہ باشد آن شش ماہ
دہ من ابریشم گزیدۂ نیک	برساند بہ شیخ عبداللہ
بود تاریخ سال ہفتصد و چار	کہ نوشت ایں حروف بے اکراہ

ابن یمین کی کل عمر اگر صرف (۷۵) سال مانی جائے تو اس دستاویز کی تکمیل کے وقت انکی عمر دس سال ماننی پڑیگی۔ مگر قطعہ کی بندش۔ مضمون کی پختگی۔ شرائط معاہدہ کا خوبی کے ساتھ مختصر الفاظ میں اندراج۔ باپ کی موجودگی میں ایک نابالغ کی جانب سے تکمیل دستاویز یہ سب امور ایسے ہیں جن پر شبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس نظم کی تحریر اور معاہدہ کی تکمیل سب ان کے والد نے کی ہوگی اور نام ان کا ڈالدیا ہوگا جیسے آجکل بعض لوگ اپنے نابالغ بچوں کے نام سے بہت سے معاملات کرتے ہیں لیکن

[1] یوز آقاج ایک مقام کا نام ہے ۱۲

[2] نوغان ایک قسم کا پھول ہوتا ہے۔ یہاں گل نوغان پھولنے کے موسم سے مراد ہے ۱۲

یہ سب بدگمانی بلا دلیل ہے اور بجائے اسکے کہ شبہات مذکورہ رفع کرنے کے لئے ہم ابن یمین کی غیر معمولی ذہانت وذکاوت کا واسطہ دیں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دستاویز مذکور کی تحریر کے وقت اُنکی عمر دس سال ماننے کی جگہ پندرہ سولہ برس مان لیں یہ عمر ایسی ہے کہ ایک ذہین لڑکا اچھی سے اچھی نظم لکھ سکتا ہے اور شرعاً وقانوناً ہر قسم کا معاہدہ کر سکتا ہے۔ پس قرین قیاس ہے کہ ابن یمین بھی تحریر دستاویز کے وقت ۷۰۴ھ ہجری میں پندرہ سال کے ہونگے اس حساب سے اُن کی عمر کوئی اسّی برس قرار پاتی ہے اور ان کا سال ولادت سنہ ۶۸۹ ہجری تجویز کیا جا سکتا ہے[1]۔ بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ قطعہ جس سے انکی عمر ۷۵ سال ظاہر ہوتی ہے اس کی تحریر کے بعد کوئی پانچ سال وہ اور زندہ رہے

تمام معتبر تذکرہ نویس قصبۂ فریومد واقع سبزوار کو ابن یمین کا مولد و وطن لکھتے ہیں اور خود ابن یمین نے قصائد وغیرہ میں فریومد کو اپنا وطن عزیز لکھا ہے چنانچہ وہ اپنی کلیات کا دیباچہ حمد ونعت کے بعد اسطرح شروع کرتے ہیں۔

"چنیں گوید محرر ایں مقالات ومقرر ایں کلمات العبد الواثق باللطف الصمدی محمود بن یمین المستوفی الفریومدی"

دولت شاہ کہتے ہیں کہ ابن یمین اسی قصبہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ انکے والد سلطان محمد خدابندہ کے عہد میں خراسان آئے اور فریومد میں جائداد واملاک خرید کر متوطن ہوئے۔ لیکن یہ خلاف واقعہ ہے۔ سلطان محمد خدابندہ کا عہد حکومت سنہ ۷۰۳ہجری سے سنہ ۷۱۶ہجری تک رہا ہے اور ابن یمین کی عمر ۷۵ سال اور ان کا سنہ ولادت ۶۸۹ مشخص ہوتا ہے پس اگر ابن یمین فریومد میں پیدا ہوئے ہیں تو بجائے سلطان محمد خدابندہ کے عہد کے سلطان ارغون خان[2] کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہونگے اور سلطان محمد خدابندہ کے عہد میں ان کے والد نے یہاں جائداد اور املاک خریدی ہوگی یا ابن یمین کا مولد کوئی اور مقام ہوگا اور وہ پندرہ سولہ برس کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ آکر فریومد میں سکونت پذیر ہوئے ہیں ابن یمین کے زمانہ میں یہ قصبہ بہت ہی بارونق وزرخیز شہر تھا۔ محلات۔ باغات۔ شفاخانے

---

[1] ملا رشید یاسمی نے اسی دستاویز کی تحریر کے وقت ابن یمین کی عمر ۲۰ سال تجویز کی ہے اور اسی کے شمار سے سنہ ولادت ۶۸۵ھ قرار دیا ہے۔ م

[2] سلطان ارغون خاں سلسلہ چنگیز خانی میں چھٹا بادشاہ گزرا ہے جو ۶۸۳ھ ہجری سے ۶۹۰ھ ہجری تک فرمانروا رہا۔ ۱۲

مدرسے۔ کتب خانے وغیرہ سب سامان موجود تھے لیکن انہیں دنوں میں جنگ و جدال سے تباہ ہو گیا تھا اور اس بربادی کا اثر ابن یمین کی جائداد و املاک پر پہنچا تھا جس کا ذکر انھوں نے کئی قطعات میں کیا ہے۔ ایک قطعہ میں فریومد کی اہمیت وہ ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں۔

فریومد آں مقام کزیں پیش خسرواں	بودند باہم از پئے آں در مطاعنہ
مصرے چو خلد جامع اہل صفا ولیک	بودے۔ عزیز او شدہ مشتے فراعنہ
ہر یک بداں مشابہ کہ با مادرش پدر	کردے برائے صحت اصلش ملاعنہ
زیں پس دمے برآر بکام دل اندرو	وارستہ از خباثت مشتے ملاعنہ

طفلی و جوانی

چونکہ ابن یمین کا بہت سا کلام ضائع ہو گیا اس وجہ سے اُنکے لڑکپن اور جوانی کے حالات تاریکی میں ہیں۔ البتہ اُن کے بعض تاریخی قطعات اور کتبی مشاعروں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اُنکی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی۔ بچپن سے وہ بڑے بڑے قابل اشخاص کے پاس نشست و برخاست رکھتے تھے اور ان سے فیضان حاصل کرتے تھے جیسا کہ وہ کلیات کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔

"ایں ضعیف را از عنفوان صبا[1] الی یومنا خاطر بمجالست ارباب ذخائر[2] فضائل و مصاحبت اصحاب احاسن[3]"
"شائل می بود از انہار بحار فوائد و اشعۂ انوار عوائد[4] ایثار اعتراف و اقتباس می نمود و محرض[5] برایں طریقہ"
"و مبیّن[6] ایں حقیقت درست می یافت"

اسکے بعد وہ اپنی طبیعت کی ہمہ گیری اور شوق اکتساب علم و فضل کے متعلق فرماتے ہیں۔

"باز بلند پرواز ہمتم بصید مرغ فضائل کشش می نمود و طوطیٔ روح بہ شکر الفاظ اصحاب معانی مائل می بود"
"و بامید آنکہ خرمن دار فضائل شوم یک چند از درکشت زار ارباب فطنت خوشہ چیدم و بہ طمع آنکہ عنان"
"سعادت بکف آرم مدتے در رکاب اصحاب دولت غاشیہ کشیدم و در طلب مقصود دویدم تا مفتح الابواب"
"و مسبب الاسباب بلطف شامل و عنایت کامل ہدایتی بخشید و آنچہ از خدائے خواستہ بودم بمن رسید۔ بنظر تعبیر"
"در عواقب امور معانی بشرط تقدیم نمودہ آمد و نقد اصحاب فضائل بر محک امتحان آزمودہ"

---

[1] صبا۔ لڑکپن ۱۲
[2] ذخائر۔ ذخیرہ کی جمع ۱۲
[3] احاسن۔ خوبیاں ۱۲
[4] عوائد۔ فوائد ۱۲
[5] محرض۔ حریص ۱۲
[6] مبیّن۔ بیان کیفیت ۱۲

" بہر صفت کہ بداں متصف شود انسان — ستودہ تر صفتے از سخن بمن نرسید "

" زہر چہ طوطیٔ جاں راازاں غذا دادند — یکے بہ شکرِ جاں پرور سخن نرسید "

چنانچہ اس تعلیم وتربیت اور اس شوق ہی کا یہ نتیجہ تہا کہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں وہ سیاسی واقعات اہم ملکی معاملات اور انقلابی مسائل سے دلچسپی رکھتے تھے اور اپنے والد یمین الدین جیسے فاضل کے مقابلہ میں ہم طرح نظمیں لکھا کرتے تھے۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے والد زمانۂ طفولیت ہی میں انکو اپنے ہمراہ خواجہ علاء الدین محمد کے دربار میں لیجایا کرتے تھے اور یہ اسکی مدح میں قصائد پڑھا کرتے تھے۔ کبھی کبھی خواجہ بھی کسی خاص بحر یا زمین میں شعر کہنے کی ان سے فرمایش کیا کرتا تھا۔ ان کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ معقول ومنقول۔ فقہ وحدیث وغیرہ ضروری علوم میں دستگاہ رکھتے تھے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پندرہ سولہ برس کی عمر میں زمینداری کے کاروبار انجام دینے لگے تھے جسکی وجہ غالبًا یہ ہو کہ انکے والد کو سرکاری ملازمت اور امیروں کی درباداری سے فرصت نہ ملتی ہوگی باغ ودیہات وغیرہ کا انتظام انکے سپرد کر دیا ہوگا۔

ابن یمین کی غیر معمولی قابلیت کا سکہ ان کے والد کی زندگی ہی میں لوگوں کے دلوں پر جم چکا تھا اور اپنے والد کی وفات سے قبل ہی کوئی تیس بتیس سال کی عمر میں انکی کافی شہرت ہوچکی تھی۔ جو اشعار انھوں نے اپنے والد کے جواب میں لکھے تھے وہ ملک میں مشہور ہوچکے تھے۔ بہت سے اہل سخن باپ بیٹوں کے کلام پر محاکمہ کیا کرتے تھے اور ابن یمین کو یمین الدین پر ترجیح دیتے تھے اور ابن یمین کے مداحوں کا بڑا گروہ موجود تھا جو اس قسم کی تعلی میں ان کا ہمنوا تھا۔

سنہ ابن یمین کہ نتواں کرد — جز بمن انتساب شعر مرا

در میانِ سخنوراں باشد — فضلِ فصل الخطاب شعر مرا

امیر یمین الدین کے ایک شعر سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باوا بیٹے اپنے زمانے میں یکتا تھے فرماتے ہیں۔

جز من وجز تو بدستور کسی دستور جہاں — گوئے فضل وخرد از اہل خراساں کہ برد

ملازمت ومعاش

ابن یمین لڑکپن سے کوئی بتیس برس کی عمر تک زمینداری وزراعت میں مصروف رہے اور اسکے ساتھ ساتھ اپنے خاندانی سرپرست خواجہ علاء الدین محمد

کی خدمت میں بھی بامید انعام واکرام جاتے اور مدحیہ قصائد پیش کرتے رہے لیکن ۷۲۲ھ میں جب انکے والد کا انتقال ہوگیا تو خواجہ علاء الدین نے جو ان کی قابلیت سے خوب واقف تھا بلحاظ لیاقت واستحقاق انکے والد کی جگہ خدمت مستوفی پر انکو مامور کر دیا۔ ملا رشید یاسمی جنہوں نے ابن یمین کی عمر کا اندازہ ہم سے پانچ سال زائد کیا ہے۔ وقتِ ملازمت اِنکی عمر (۲۷) سال لکھتے ہیں دورانِ ملازمت میں اِنکے ذرائع معاش زراعت۔ ملازمت۔ مدح گوئی تھے۔ کچھ دن بعد جس کی مدت واقعات کی بنا پر سات آٹھ سال قرار دیجا سکتی ہے انھوں نے حاسدوں کی لگائی بجھائی کی وجہ سے خود استعفا دیدیا جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے۔

درباب من زروئے حسد یک وناشناس	دہہا زدند و کورہ تلبیس[1] تافتند

دیباچہ دیوان میں بھی ترک ملازمت کی وجہ کچھ اسی قسم کے اسباب تحریر فرمائے ہیں اور اس علائق سے آزاد ہوکر خدا کا شکر ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"مدتے در امور دیوانی مداخلت کردم و با اکابر و اماثل طریق منافست[2] و مناقشت کشودہ بدایت[3] آنرا طائلہ[4] و غایت آنرا بے غائلہ[5] ندیدیم۔ عاقبۃ الامر در خاطر ازاں ملاتے و در طبع کلالے[6] پیدا آمد۔ مصرعہ"

"پشتِ پائے زدیم و وارستیم"

"لاجرم زبان در گلشنِ بیان بدیں بیت مترنم گشت۔ صد شکر و صد سپاس کز اشغال روزگار۔"

"داد ایزدم فراغت و نیکو فراغتے"

ابن یمین جیسے پابند اخلاق و نیک نفس بزرگ کی نسبت یہ بدگمانی نہیں کیجا سکتی ہے کہ انکی ملازمت کسی بے عنوانی کے سبب سے گئی ہوگی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اس دلیری و سرخروئی کے ساتھ خواجہ علاء الدین کے پاس یہ پیغام نہ بھیجتے۔

نسیم بادِ صبا جز تو کیست کز برمن	بہ نزد خواجہ رسالت گزار خواہد بود

[1] کورہ۔ لوہار وغیرہ کی بھٹی۔ کورہ تلبیس تافتند۔ فریب کی بھٹی سلگائی ۱۲
[2] منافست۔ مخالفت، حسد ۱۲
[3] بدایت۔ ابتدا۔ ۱۲
[4] طائلہ۔ مفید۔ ۱۲
[5] غائلہ۔ آفت۔ ۱۲
[6] کلال۔ رنج ۱۲

بگویدیش کہ گرم کار برقرار نماند	کدام کار کہ آں برقرار خواہد بود
مرا کہ فخر نبود است تا کنوں بہ عمل	قیاس کن کہ ز عزلم چہ عار خواہد بود
یکے کہ ہیچ نہ کردہ است در زمانِ عمل	کہ وقتِ عزلت ازاں شرمسار خواہد بود

ترکِ ملازمت کے بعد ابن یمین اپنے مزرعہ کے گوشے میں بیٹھ گئے اور عارفانہ وشاعرانہ زندگی شروع کی۔ اگرچہ بادشاہوں کے درباروں میں وہ اب بھی آیا جایا کرتے تھے ملازمت نہ کی اور اہل پیشہ ومشقت وشاعری قرار دیا۔ اپنا دل سمجھانے کے لئے ایک جگہ ملازمت کی برائی میں فرماتے ہیں۔

ابنِ یمین گرت بہ عمل میل خاطر است	اوّل بداں کہ آخر آں جز نہیب نیست
چوں عزل مردہست بسانِ طلاقِ زن	خرم کسے کہ قاضی و شیخ و خطیب نیست

کبھی اپنے تئیں ملازمت کے ناقابل بھی بتاتے ہیں۔

حدیث من ز مفاعیل و فاعلات بود	من از کجا سخن سرّ مملکت ز کجا

البتہ ایک مرتبہ خواجہ علی بن شمس الدین سربدار فرمانروا سے جسکا ذکر آگے آئیگا انھوں نے کچھ استدعا کی تھی معلوم نہیں ہوتا کہ خدمت دیوانی کی درخواست ہے یا علاقہ دیوانی سے کوئی وظیفہ جاری کرنے کے لئے خواہش کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

مرا تو آنچہ بہ تشریف دادہ ۔ ہمہ عمر	زبہر فخر بر ابنائے روزگار بس است
ولیک طوطیٔ طبعم کہ طائر ملکوت	بہ جنب او چو بہ نزد ہمائے خرمگس است
ازانکہ بال و پرے نیستش مناسب حال	فتادہ اکثر اوقات اندریں قفس است
بہ بخش بال و پرے از منال دیوانی	کہ در ہوائے تو پرواز کردنش ہوس است
کنوں کہ دسترسے ہست دستگیرش باش	مدہ ز دست مرا اینوقت را کہ دسترس است

نظام الدین یحیےٰ کرابی سربدار کے زمانہ میں بھی جب اُنکو بے معاشی نے تنگ کیا۔ قرضہ بڑھ گیا اور پہننے کو کپڑے نہ رہے تو اُس کے وزیر جلال الدین کے توسط سے یہ گزارش کی تھی۔

بہ درگاہ جلال دولت و دیں	کہ ہست ابن یمین بندہ از جاں
دو سہ فصل از مہمات ضروری	کنم معروض اگر داری سرِ آں
بداں امید کاندر وقتِ فرصت	کند معلوم رائے شاہ ایراں

نظام ملک و ملت شاہ یحییٰ	کہ باد از شرق تا غربش بفرمان
نخستیں آنکہ بے وجہ معاشم	وزیں دارم دلے دائم پریشاں
امیدم ہست کز انعام خسرو	کفافے گرددم مجری ز دیواں
دوم بر دل ز قرضم ہست دردے	کہ غیر از لطف شاہنشہ نیست درماں
خلاصم گر دہد لطفش ازیں درد	کمال شہریاری را چہ نقصاں
سوم تشریف سرتا پائے دارم	امید از جود شاہنشاہ یکساں
اگر شاہم دہد خلعت چہ باشد	محمد داد ہم خلعت بہ حساں

معلوم ہوتا ہے کہ اس درخواست پر نظام الدین یحییٰ نے انکی کچھ تنخواہ مقرر کردی تھی مگر غالباً وہ ناکافی تھی اس لیئے ترقی کے واسطے یہ معروضہ کرنا پڑا۔

مرا کہ وجہ امور معاش منتظم است	ولے زبان سعادت ہمی کند تلقین
کہ آرزوے دل از بندگی شاہ بخواہ	کہ گرچہ حال تو نیک است ہم کند بہ ازیں

اگرچہ ابن یمین ملازمت و مداحی وغیرہ کے تجربات سے بھی پوری طرح واقف تھے مگر جس چیز کو انھوں نے دل سے پسند کیا ہے وہ زراعت ہے اسوجہ سے عموماً تذکرہ نویسوں نے انکی ملازمت وغیرہ وغیرہ کا کچھہ ذکر نہ کرکے صرف اسقدر لکھہ دیا ہے کہ زراعت سے زندگی بسر کرتے تھے حقیقت یہ ہے کہ ابن یمین اپنے والد کی زندگی ہی میں زراعت کی طرف متوجہ تھے جیسا کہ ہم اوپر لکھہ چکے ہیں والد کے انتقال اور ملازمت چھوڑ دینے کے بعد اگرچہ امیروں کی مداحی بھی انکا پیشہ ہوگیا تھا تاہم جب کبھی ان کو موقع ملتا وہ اپنے مزرعہ میں جو ان کے والد نے میراث میں چھوڑا تھا زراعت کرلیا کرتے تھے۔ اگرچہ بصراحت یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس کس چیز کی زراعت وہ کرتے تھے مگر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انکے مزرعہ میں ریشم کی کاشت بھی ہوتی تھی اور اس کثرت سے کہ چھہ مہینے میں دس دس سیر عمدہ ریشم تیار ہوجاتا تہا وہ زراعت کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے اور اسکو نتیجہ پاداش عمل کیفر کردار کا سمجھتے تھے قطعات میں جابجا انھوں نے اس پیشہ کی تعریف کی ہے اور دنیوی لحاظ سے وہ اس کو بڑا فائدہ کا کام جانتے تھے چنانچہ شاعری پر بھی جو ان کا مرغوب پیشہ تھا دہقنت کو ترجیح دیتے تھے مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں۔

مرا القمہ ناں کہ اندر خور است … پدید آورم از رہِ دہقنت
بہ نزدیک دوناں نخواہم نمود … ز بہر دوناں بعد ازیں مسکنت
من و طاعت و گوشۂ عافیت … زہے پادشاہی زہے سلطنت

ابتداء میں ابن یمین کو زراعت میں یا واللہ اعلم ملازمت وغیرہ سب میں ملا کر بہت فائدہ ہوا اور کھیت، باغ، مکان، سب کچھ سامان آسایش موجود ہو گیا۔ اچھی طرح عیش سے زندگی گزارتے تھے۔ اس کے بعد کچھ ایسی ہوا چلی کہ وہ کھیت، باغ، مکان سب چیزیں ہاتھ سے نکل گئیں اس بربادی کی وجہ اگرچہ کوئی خاص نہیں قرار دی جا سکتی مگر خانگی تنازعات، افلاس، آمدنی کی قلت، اخراجات کی بیشی۔ فیاضی و مہمان نوازی ملک کی بدامنی یہ سب اسباب یا ان میں سے کوئی سبب ایسا ہوا کہ وہ مفلس و قلاش ہو گئے اسکا ذکر مختلف قطعات میں انھوں نے کیا ہے ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

پیشتر زیں روزگارے داشتم الحق چنانکہ … بود حال و بالم از وے بار فاہ و با فراغ
از پئے عشرت بباغ اندر مزارع داشتم … وز برائے عیش بودم کا خیادر صحن باغ
بود چوں بار سفیدم پیش ازیں کو سپید … در سیہ پیکر پلاسی می روم اکنوں چو زاغ
پیش ازیں بار ستمے در ارزو شمع از روغن … ایں زماں شب می نیارم کرد روغن چراغ
بر مثال اسپ در زدیدہ کہ نقوانش شناسند … روزگارم ہر زماں داغے نہد بالائے داغ

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ قدر ناشناس زمانہ کیسے کیسے بزرگوں اور باکمالوں کو کیا کیا پریشان کرتا ہے کبھی ابن یمین کو بھوکا سلاتا ہے اور کبھی سعدی کو ننگے پاؤں پھراتا ہے جس طرح عموماً مفلس شریف آدمیوں کو اپنی گزشتہ وقت کے خیال سے ظاہری حالت درست رکھنی پڑتی ہے اسی طرح ابن یمین بھی مجبور تھے کہ گھر میں چاہے بھوکے رہیں مگر بازار میں ڈکار لیں۔

پیشتر زیں کہ رندوش بودم … کار من داشتے ہزار فروغ
ویں زماں کز برائے مصلحتے … دم زدی ہمی زنم بہ دروغ
حالم از فقر و فاقہ است چنانکہ … نرسد ناں بہ ترہ[1] - ترہ بہ دوغ[2]
وز برائے رعایت ناموس … می کشم بر گرسنگی آروغ

[1] ترہ - ترکاری - سبزی ۱۲
[2] دوغ - چھاچھ (پتلا دہی) ۱۲

بدقسمتی سے ابن یمین کو امراء و سلاطین بھی ایسے ملے تھے کہ کمبخت کبھی ان کو معاش کی طرف سے مطمئن نہیں رکھتے تھے اور ان کو مجبوراً یہ کہنا پڑتا تھا۔

یا رب چہ موجب است کہ روزے نگفت شاہ	کا بن یمین بیدل شیدا چہ می خورد
چوں ہر چہ داشت رفت بتاراج حادثات	وز ما نیافت ہیچ پس آیا چہ می خورد
باشد ملازمم در ما ہمچو آستاں	جز خاک ایں جناب معلی چہ می خورد
دائم کہ نوکرے دو سہ واسپکیش ہست	ور نیز نیست ایں ہمہ۔ تنہا چہ می خورد
چوں خود نداشتہ ثروت واز ما نیافت ہیچ	دائم کہ بے تو ابو دا اما چہ می خورد

باوجود ان تمام تکالیف اور بے بضاعتی کے وہ خدا کا بندہ اکثر فقر و فاقہ پر خدا کا شکر کرتا رہا۔ جائداد و املاک فروخت ہو جانے پر ابن یمین نے مداحی و شاعری مستقل پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ اس زمانہ کی حالت بھی ایسی تھی کہ ملازم۔ تاجر۔ یا دہقان کوئی بھی آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا تھا اور بجز اس کے کہ اس زمانہ کے امیروں یا بادشاہوں سے جو ایک قسم کے قزاق تھے وابستہ نہ ہو جائے کوئی سبیل حصول معاش و حفظ آبرو کی نہ تھی۔ ابن یمین کے کلام سے ظاہر ہے کہ انکی تقریباً تمام عمر تکلیف میں گزری۔ ہم کو حیرت ہے کہ حاجی لطف علیخاں آذر نے آتشکدے میں ابن یمین کا ذکر امراء و سلاطین کے زمرے میں کیا ہے۔ اگر حاجی صاحب موصوف نے قطعات ابن یمین غور سے ملاحظہ فرمائے ہوتے تو یہ غلطی نہ ہوتی۔ شاذ و نادر ہی ایسے موقعے ہوئے ہیں جبکہ ابن یمین مطمئن نظر آتے ہیں۔ خدا معلوم کس وقت انھوں نے یہ فرمایا تھا۔

غزل از روئے ہوس بود و قصائد ز طمع	نہ طمع ماند کنوں در دل تنگم نہ ہوس
زیں سپس اے ابن یمین دام طمع باز مکن	عنکبوتے چو تو لایق نبود بہر مگس
صحت و وجہ معاش و ہمہ اسباب بکام	ناسپاسی مکن انصاف بدہ اینت بس

امراء و سلاطین سے ابن یمین کا تعلق

ابن یمین کچھ تو بلحاظ اعزاز خاندانی کچھ اپنی خدمت کے اعتبار اور سب سے بڑھکر اس خیال سے کہ اس پر آشوب زمانہ میں جب تک کوئی دنیادار کسی امیر۔ حاکم یا بادشاہ کے زیر حفاظت نہو جاتا اسکی جان و مال و آبرو ہمیشہ خطرہ میں رہا کرتی تھی وہ مدت العمر امراء و سلاطین کے مداح و وابستہ دامن رہے

تذکرہ نویسوں کو اس بارہ میں اختلاف رہا ہے کہ اُنکے ممدوح کون ہیں۔ دولت شاہ لکھتے ہیں کہ وہ سربداروں[1] کے مداح تھے صاحب مجمع الفصحا ان کی مداحی صرف طغا تیمور خان والی مازندران و گرگان تک محدود کرتے ہیں۔ پروفیسر ایڈورڈ براؤن صاحب مؤلف تاریخ ادبیات ایران کو جن کا ماخذ تذکرہ مجمل فصیحی ہے اس امر میں شک ہے کہ وہ سربداروں کے مداح تھے یا نہ تھے۔ یہ سب اختلافات عدم دستیابی کلیات ابن یمین کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کلیات سے ظاہر ہے کہ ابن یمین نے کوئی (۶۵) اشخاص کی مدح میں قصائد و قطعات لکھے ہیں مگر جن لوگوں سے خصوصیت کیساتھ انکا تعلق رہا ہے ہم مختصراً انہیں کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔

خواجہ علاء الدین محمد ابن یمین کا سب سے پہلا ممدوح خواجہ علاء الدین محمد ہے۔ یہ سلطان ابو سعید بہادر خان کے زمانہ میں وزیر خراسان تھا اور اس سے قبل بھی بڑے بڑے عہدوں پر رہ چکا تھا قصبۂ فریومد کو اس نے بارونق شہر بنایا تھا ابن یمین بچپن میں ہی اپنے والد کے ساتھ خواجہ کے پاس جایا آیا کرتے تھے اور مدحیہ قصائد لکھ لکھ کر بامید صلہ و انعام پیش کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات خواجہ بھی کوئی مصرع طرح دیکر ان سے قصیدہ لکھنے کی فرمایش کرتا تھا ابن یمین خواجہ پر بہت ناز کرتے تھے اول وہ کوئی قصیدہ لکھتے جب صلہ نہ ملتا تو تقاضا شروع کرتے۔ خواجہ علاء الدین اگرچہ بہت شعر دوست تھا مگر ہر وقت انہی کی طرف متوجہ نہیں رہ سکتا تھا۔ انتظام مملکت کے لئے اس کو اچھے برے ہر قسم کے آدمیوں سے ملنا ضرور ہوتا تھا۔ یہ باتیں ابن یمین کو ناگوار گزرتی تھیں اور خواجہ پر فقرے کستے تھے کہ جیسے خود ہیں ویسے ہی لوگوں سے ملتے ہیں۔

---

[1] سربدار کے معنی سولی پر سر رکھنے والا۔ یہ سر بکف لوگوں کی ایک جماعت تھی جو عزت پر جان قربان کرتے تھے سنہ ۷۳۶ ہجری میں جب سلسلۂ چنگیز خان کے آخری تاجدار سلطان ابو سعید بہادر خاں کی وفات پر ایران میں بدامنی پھیلی اسوقت سربداروں کا ظہور ہوا ان کی ابتدا اسطرح ہوئی کہ خواجہ علاء الدین محمد وزیر خراسان کے تحصیلدار نے قصبۂ باشتین واقع سبزوار میں زمیندار گزاری وصول کرتے وقت وہاں والوں سے شراب و شاہد کی فرمایش کی۔ اس پر دو شریف زادوں کو غصہ آیا اور انہوں نے یہ کہکر کہ ما سربداریم تحمل این نخوت نتوانیم کرد تحصیلدار کا سر اڑا دیا۔ ۱۲ تاریخ روضۃ الصفا

حبیب السیر ۔ مطلع السعدین وغیرہ میں کم و بیش تغیر کے ساتھ سربداروں کی وجہ تسمیہ بھی الفاظ "سربدار" جو ان کی زبان سے نکلے بیان کیگئی ہے غرضکہ وزیر موصوف نے ان کی سرکوبی کے لئے کچھ جمعیت لیکر چڑھائی کی اور قصبۂ باشتین والے عبد الرزاق پہلوان بائی تحریک جہاد شخص کی ماتحتی میں مقابلہ پر آئے۔ آخر سربداروں کو فتح ہوئی خواجہ مازندران کی طرف بھاگ گیا اور تمام خراسان پر قبضہ ہو گیا سربداروں کے سلسلہ میں کل بارہ تیرہ بادشاہ گزرے ہیں اور کل بچاس برس یعنے سنہ ۷۸۳ ہجری تک ان کی سلطنت رہی گو تمام آس پاس کے مالک کو انہوں نے ہلا مارا تھا ۱۲

سرا کا بر عالم علاء و دولت و دیں	توئی کہ رائے تو بر آفتاب طعنہ زن است
جہانیاں ہمہ را بود اعتقاد چناں	کہ خواجہ منبع رائیست[1] و مجمع فطن[2] است
گماں برند کہ جنسیتے است علت ضم	ازاں کہ جنس طلبگار جنس خویشتن است

خواجہ فطرتاً بخیل واقع ہوا تھا۔ جب معمولی طعن و تشنیع سے نہ پسیجا تو ابن یمین یہ آوازہ کستے

مرا از خواجہ نفع امروز باید	وگرنہ روشن است اہل خرد را
کہ فردا چوں بہ محشر جمع گردند	زمن حاجت بود ہیوں خواجہ صدرا

کبھی کبھی اس سے بڑھکر تنبیہ کی ضرورت پڑتی تھی چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

بر آستان چو اوئے اقامت جو منے	برائے منصب و مال است نز برائے خدا[3]
کہ ہجو نیز تواں گفت ہیچ مشکل نیست	بداں زباں کہ بود خواجہ را مدیح سرا

کبھی روٹھ کر ابن یمین اپنے گھر بیٹھ رہتے۔ خواجہ کے پاس جانا چھوڑ دیتے۔ وہ اُن کو بلواتا آخر پھر ایک کے ایک ہو جاتے اور پھر وہی قصیدے اور وہی مدح شروع ہو جاتی۔

در حیرتم ز ہندوئے زلفت کہ در سرش	در عہد عدل صاحب اعظم نظام دل است
دستور دیں پناہ محمد کہ روز رزم	گوئی مگر علی است کہ بر پشت دلدل است

خواجہ علاء الدین نے فریومد میں ایک باغ بنوایا تھا اسکی تعریف میں فرماتے ہیں۔

دلا گر میل آں داری کہ خلد جاوداں بینی	وگر باغ ارم خواہی کہ در عالم عیاں بینی
نظر بہر تماشا را بریں عالی سرا افگن	کہ تا از غایت نزہت ہم ایں بینی ہم آں بینی

خواجہ نے قصبۂ فریومد میں ایک شفاخانہ بھی تعمیر کرایا تھا جسکے مہتمم حکیم الدین نامی کوئی طبیب تھے۔ اسمیں عجیب بات یہ تھی کہ جیسے آجکل شفاخانوں میں نرسیں (آیا یا دائیاں ہوتیں) مریضوں کی خدمت کے لئے رکھی جاتی ہیں اس شفاخانے میں بھی عورتیں مامور کیگئی تھیں۔ ابن یمین فرماتے ہیں

حبذا آرام گاہے خوش ترا ز دار نعیم	وز پریرویاں صدف کردار بر در یتیم
چوں دراں امراض با صحت مبدل میشود	نیست جز دار الشفائے کردہ بنیاد حکیم

[1] راے۔ فہم۔ فراست ۱۲
[2] فطن۔ عقل و دانش ۱۲
[3] نہ از برائے خدا۔

جب سلطان ابوسعید بہادر خان نے کسی نامعلوم سبب پر خواجہ کا تبادلہ خراسان سے شیراز وکرمان کی جانب کردیا تو اس زمانے میں ابن یمین پر بھی مصیبت کا سامنا رہا اس امر کا پتہ نہیں لگتا کہ اسوقت انکا کیا شغل رہا مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے قدیم ولی نعمت کو یاد کرکے ٹھنڈی سانسیں بھرا کرتے تھے اور خواجہ کے دشمنوں کی بربادی کی دعا کیا کرتے تھے آخر سنہ ۷۳۰ ہجری میں انکی آرزو پوری ہوئی خواجہ پھر خراسان میں واپس آگیا اور انھوں نے یہ تہنیت پیش کی۔

امروز در زمانہ دلم شاد و خرم است / وین خرمی ز مقدم دستور اعظم است

اسکے بعد خواجہ کوئی چھ سات برس تک خراسان میں مستقل وزیر رہا سنہ ۷۳۶ ہجری میں جب سربداروں کا زور ہوا اور عبد الرزاق[1] سربدار کے مقابلہ میں خواجہ کو شکست ہوئی تو وہ یہاں سے بھاگ کر طغا تیمور خان کے پاس گرگان کی طرف چلا گیا اور خواجہ کے محلات و باغات سربداروں نے لوٹ لئے ابن یمین نے اس سانحہ پر ان الفاظ میں آنسو بہائے ہیں۔

ز بیوفائی گیتی اگر نئی آگاہ / بہ قصر خواجہ نگہ کن کہ اندرو پیداست
درین سرا و درین صفہ و درین ایوان / بسے نشست امیر و اسیر ازو برخاست

سفر مازندران میں ابن یمین بھی خواجہ کے ساتھ تھے اور انکے گھربار کا بھی غالباً سربداروں نے وہی حشر کیا جو خواجہ کے محلات کا ہوا تھا۔ ابن یمین پانچ سال تک طغا تیمور خان کے پاس خواجہ کے ساتھ مقیم رہے اسوقت بھی انکی خواجہ سے دوستانہ شکایتیں چلی جاتی تھیں چنانچہ فرماتے ہیں

ای باد صبحدم گذرے کن ز روی لطف / بہر من شکستہ محزون و ممتحن
سوئے جناب آصف ثانی نگاہ کن / کز راہ رتبہ اوست سلیمان این زمن
کای مفتی شرایع احساں روا بود / کاین یمیں کہ بہر تو ببرید از وطن
کشتی بہ خشک راند و خدام آنجناب / غرق بحار جود تو یکسر ز مرد و زن

[1] عبدالرزاق پہلوان قصبہ باشتین ضلع سبزوار کا رہنے والا ایک منچلا شخص تھا۔ سلطان ابوسعید محمد بہادر خاں کے عہد میں تحصیلدار بھی رہ چکا تھا۔ سربداروں نے اسکی ماتحتی میں علاء الدین پر فتح حاصل کرکے اس کو اپنا بادشاہ بنایا اسکی سلطنت ایک سال دو ماہ رہی۔ سربداروں کا یہ پہلا فرمانروا تھا اور چونکہ نہایت فاسق و فاجر تھا اس وجہ سے اسکے چھوٹے بھائی وجیہ الدین مسعود نے سنہ ۷۳۸ ہجری میں اس کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ۱۲

ابن یمین خواجہ کی خدمت میں ابتدا سے کوئی ۳۰ سال تک رہے۔ خواجہ کی وفات ۷۴۲ھ میں علاقہ مازندران میں ہوئی اور ابن یمین نے تاریخ وفات لکھ کر اُسکی آخری خدمت انجام دی۔

طغا تیمور خاں

خواجہ علاء الدین کی وفات کے بعد ابن یمین کچھ دن تک بدستور طغا تیمور خان کے دربار میں رہے۔ سلطان ابوسعید محمد بہادر خاں کی وفات کے بعد اسکے مختلف صوبہ دار مختلف ممالک میں خود مختار بادشاہ بن بیٹھے تھے۔ چنانچہ مازندران و گرگان میں طغا تیمور خاں نے سلطنت کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ خواجہ علاء الدین کا بہت ادب کیا کرتا تھا اور انکے مشورے پر کاربند ہوتا تھا۔ خواجہ کی خاطر سے وہ ابن یمین کی بھی عزت کرتا تھا ورنہ وہ دراصل ایک بے پڑھا سپاہی تھا۔ اور اسکو شعر و سخن کا مذاق نہ تھا۔ ابن یمین کو چونکہ اسوقت کوئی اور ٹھکانا بھی نہیں رہا تھا اسلئے انھوں نے اپنی سب توقعات اسی سے وابستہ کردی تھیں اور اسکی مدح میں بہت سے قصائد کہے مثلاً عراق کی کسی مہم سے واپسی پر فرماتے ہیں:

اے دل بیار مژدہ کہ شاہ جہاں رسید — فرماں دہ ملوکِ زمین و زماں رسید
دارائے دیں طغائے تمر خاں کہ ملک را — چوں او رسید در تن آزردہ جاں رسید
بودیم در کشاکش احداث روزگار — شہ آمد و بشارت امن و اماں رسید

خواجہ کی خاطر سے طغا تیمور خاں نے کچھ دن ابن یمین کو نباہا۔ پھر بے توجہی شروع کردی یہاں تک کہ افلاس کی نوبت پہنچی اور ابن یمین اپنا گھوڑا تک بیچ کر کھا گئے۔ بادشاہ نے ایک گھوڑا عنایت کیا مگر اُسکے دانے گھاس کا انتظام سرکار سے نہ ہوا۔ اب مشکل تھی نہ اُسے بیچ سکتے تھے نہ باندھ سکتے تھے مجبوراً عرض کیا۔

شہریارِ جہاں طغا تیمور — اے چو حاتم بہ کرمت شدہ فاش
بندہ را بود بستہ بر آخور[1] — لاشہ[2] اسپ مناسب او باش
چند روز است تا فروختہ ام — کرد وجہ معاش خود ز بہاش
شاہ ازاں پس بہ بندہ اسپے داد — جست و رہوار و چابک و چماش[3]

[1] آخور۔ طویلہ ۱۲
[2] لاشہ۔ مریل ۱۲
[3] چماش۔ چالاک ۱۲

خسرواچوں برائے اسپ نماند	زر بمقدار دانۂ خشخاش
مرکب شہریار ہم نتواں	بہر خرجی خود فروخت بہ لاش[1]

جب یہ تیر بھی خطا کر گیا تو بادشاہ کی خدمت میں مفلسی کا رونا رونے کے لئے یہ قطعہ لکھا۔

کجاست حضرت شاہ جہاں طغا تیمور	کہ یابد ابن یمین ساعتے مگر تنہاش
کند شکایت ایام یک بیک معروض	بر آستانۂ آں زر فشاں و گوہر پاش

جب افلاس نے زیادہ تنگ کیا اور طغا تیمور خاں کے لوگوں نے کان بھرے کہ ابن یمین صرف تمہارا ہی مداح نہیں ہے بلکہ دوسروں کی بھی خیر مناتا ہے۔ قصہ مختصر کچھ یہ بد دل ہوئے اور کچھ وہ بے پروا ہوا۔ مصیبت کے وقت گھر یاد آیا۔ اُس زمانے میں سربداروں کو عروج اور طغا تیمور خاں کو زوال ہوتا جا رہا تھا۔ آخر ۷۴۲ھ میں گرگان سے رخصت ہو کر وجیہ الدین مسعود سربدار کے دربار میں قسمت آزمائی کے لئے سبزوار آئے۔ (طغا تیمور خاں کے باقی ماندہ حالات نظام الدین یحییٰ سربدار کے ضمن میں تحریر کئے گئے ہیں)

وجیہ الدین مسعود سربدار و شیخ حسن جوری

وجیہ الدین مسعود سربداروں کا دوسرا تاجدار ۷۳۸ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ اسکے زمانہ میں سربداروں کی قوت روز افزوں ترقی کر رہی تھی۔ تمام خراسان اطراف و جوانب پر اسکا تسلط تھا۔ اسکا پایۂ تخت سبزوار تھا۔ آس پاس کے اُمرا سب سے خائف ہو کر سربداروں کا قلع قمع کرنے کے درپے تھے اسلئے مسعود نے یہ چال چلی کہ ایک مشہور بزرگ شیخ عصر شیخ حسن جوری کا وہ مرید ہو گیا۔ یہ شیخ خلیفہ[2] کے جانشین تھے۔ شیخ حسن کے کلام میں خاص تاثیر اور زبان میں غضب کی فصاحت تھی۔ بعض اوقات ان سے کرامتیں بھی ظاہر ہوتی تھیں بہت سے لوگ انکے معتقد تھے۔ شیخ خلیفہ کے قتل کے بعد خراسان کے مختلف شہروں میں یہ اپنے مذہب کا جو تصوف و تشیع کا مرکب تھا دعوت دیتے پھرے۔ اور ۷۳۹ھ میں مشہد مقدس میں آ کر قیام پذیر ہوئے

[1] لاش۔ لاشہ کا مخفف ہے اس سے مراد کم قیمت ۱۲

[2] شیخ خلیفہ سبزوار کی مسجد میں وعظ کیا کرتے تھے اور نکات شریعت کے ساتھ مسائل معرفت و تصوف کچھ اس ڈھب سے بیان کرتے تھے کہ گروہ در گروہ لوگ انکے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ علمائے ظاہر و فقہائے وقت کو ناگوار گذرا اور حکام کو ان کی جانب سے برافروختہ کرکے ۷۳۶ھ میں انکو قتل کرا دیا انکے بعد شیخ حسن جوری انکے جانشین ہوئے ۱۲

ارغون شاہ والیٔ نیشاپور نے ان سے خوف زدہ ہو کر کہ مبادا کسی وقت میں یہ خروج کریں ان کو قید کر دیا مگر کچھ دن بعد اہل خراسان نے یا وجیہ الدین مسعود نے انکو قید سے چھڑوا دیا اس ترکیب سے شیخ حسن کے مریدوں کا ایک بڑا گروہ مسعود کا طرفدار ہو گیا مسعود کی فوجی قوت اور اس کے پیشوا کے انفاس قدسی کی بدولت سربداروں کا سکہ اطراف واکناف ملک میں بیٹھ گیا ابن یمین بھی کچھ تو اعتقاد سے اور کچھ مصلحت وقت کے لحاظ سے شیخ حسن کا کلمہ پڑھنے لگے اسی وجہ سے بعض مورخوں نے ابن یمین کو شیخ حسن جوری کا مرید تحریر کیا ہے۔ ابن یمین اپنے مرشد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

واجب بود از راہ نیاز اہل زمن را	در خواستن از حق بدعا شیخ حسن را
یک روزہ مصافش ز پے نصرت ملکش	صد سالہ فزوں طعمہ دہد زاغ وزغن را
از ربقۂ فرمانش ہر آنکس کہ بروں برد	آمادہ نہاد از پے خود تیغ وکفن را
اے مظہر انوار الٰہی دل پاکت	نشناختہ چوں مردم یکفن ہمہ فن را
ہست ابن یمین داعیٔ جاہ تو وباشد	آگاہی ازیں واقف ہر سرّ وعلن را

وجیہ الدین مسعود اور شیخ حسن دونوں ملکر تمام خراسان پر چھا گئے اور ہر شخص انکی اطاعت پر مجبور ہوا۔ شیخ حسن خود میدان جنگ میں رہا کرتے تھے۔ مسعود کی فتوحات کو ہر شخص شیخ کے انفاس قدسیہ کی برکات کے باعث سمجھتا تھا۔ مسعود نے لوگوں کے اس اعتقاد سے فائدہ اٹھا کر اپنی سلطنت کی بنیاد مضبوط کی۔ ان روحانی وسیاسی بادشاہوں کے اتحاد پر ابن یمین اسطرح روشنی ڈالتے ہیں۔

بادشاہ ہیں چہ مرحمت است آنکہ حق نمود	زینہاش دادہ بود کنوں دیں بر آں فزود
دادش کلیم وار ز بیدا[1] آسے شکسۂ خلاص	تو رتیں زداد ہی ایمن بدو نمود
حالش بداں رسید کہ ناگہ بگوش ہوش	تو بوا لئے اللہ از لب کرو بیان شنود
بشتافت سوئے آنکہ بمیدان معرفت	از جملہ او لیا قصب السبق[2] در ربود
یعنے جناب حضرت شیخے کہ ہمتش	بر فرق فرقد[3] از رہِ رفعت قدم نسود

[1] بیدا ۔ صحرا ۔ ریگستان ۱۲
[2] قصب ۔ میخ ۔ سبق ۔ سبقت ۔ قصب السبق سے وہ میخ مراد ہے جو سوار نیزوں سے اکھاڑتے ہیں ۱۲
[3] فرقد ۔ قطب کے پاس کا ستارہ ۱۲

من بعد عقدۂ کہ فتد در امور ملک	روشن شدہ است ابن یمین را کہ زود زود
گردد بہ یمن ہمت این قطب اولیا	یکسر کشادہ چون رہ صلح وصفا کشود
بیدار باد دولت اسلام تا ابد	باشد۔ بلے کہ کفر بہ یکبار گی غنود

بتاریخ ۱۳ صفر ۷۴۳ھ جب شیخ حسن و مسعود اور ملک معز الدین کرت والی ہرات کے درمیان بمقام زاوہ جنگ ہوئی تو اُس وقت ابن یمین بھی مسعود کے ہمرکاب تھے اور جنگ میں شریک ہونے کے لئے ایک مرل[1] گھوڑے کی جگہ اچھا گھوڑا طلب کیا تھا حسن طلب ملاحظہ ہو

اے شہ کامران وجیہ الدین	اے چو نام تو طالعت مسعود
چاکرت لاشہ مرکبے دارد	ہمچو فرزینش کجرو و بی معہود
ہر کہ گردد برو سوار۔ بود	درمیان پیادگان معدود

جنگ میں اول مسعود کو فتح ہو رہی تھی اور سربداروں کی پانچ ہزار فوج اہل ہرات کے تیس ہزار لشکر پر غالب آچکی تھی کہ اتنے میں مسعود نے جس کو شیخ حسن جوری کے اثر و قوت سے حسد ہو گیا تھا یہ سوچا کہ لگے ہاتھوں اس خانگی دشمن کو بھی ٹھکانے لگا دو۔ چنانچہ اس کے اشارہ سے شیخ حسن کو ایک شخص نے قتل کر دیا۔ ان کا قتل ہونا ہی تھا کہ سربداروں کی فوج میں تفرقہ پڑ گیا اور ملک معز الدین کی بھاگی ہوئی فوج سربداروں پر ٹوٹ پڑی۔ جس سے مسعود کو سخت شکست ہوئی لوٹ مار کے وقت ابن یمین کا دیوان بھی جو اُن کے ساتھ تھا گم ہو گیا اس کا تفصیلی ذکر ان کے کلام کے ضمن میں کیا جائیگا۔ بھاگڑ اور افراتفری میں ابن یمین بھی دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اور جب انکو معز الدین کے سامنے پیش کیا گیا تو چونکہ وہ انکا شہرہ پہلے ہی سن چکا تھا انکے ساتھ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور یہ اُسکے ساتھ ہرات چلے گئے (مسعود کا انجام کار آگے تحریر کیا گیا ہے)

ملک معز الدین حسین کرت

ملک معز الدین حسین کرت ابن ملک غیاث الدین شاہان ہرات و غور میں سب سے بڑا بادشاہ گزرا ہے اس نے ۷۳۲ھ سے ۷۷۱ھ تک کوئی چالیس سال حکومت کی کسی شاعر نے اسکی وفات پر یہ رباعی تحریر کی ہے۔

---

[1] مرل گھوڑا۔ ۱۲

آنرا کہ جہاں پر از زر و زور شود	مانند حسین کرت در گور شود
بردال دعا چو برزنی یک نقطہ	تاریخ وفات خسرو غور شود

یہ بڑا متشرع تھا۔ علماء و شعراء کی قدر کرتا تھا۔ مختلف ممالک کے لوگ اسکے عدل و انصاف کی شہرت سنکر ہرات میں آگئے تھے۔ بقول صاحب روضۃ الصفا جنگ زادہ کے بعد سے ابن یمین کا تعلق معز الدین کے دربار سے ہوگیا اور انہوں نے اپنے دیوان کے گم ہونے پر حضوری دربار کی تقریب میں یہ قطعہ لکھکر معز الدین کی خدمت میں پیش کیا۔

گر بدستاں بستد از وستم فلک دیوان من		آنکہ او می ساخت دیوان شکر یزداں من است
ور ربود از من زمانہ سلک درّ شاہوار		زاں چہ غم دارم چو طبع گوہر افشاں با من است
ور ز شاخ گلبن فضلم گلے بربود باد		گلشنے پر لالہ و نسرین و ریحاں با من است
ور تہی شد یک صدف از لولوئے لالا مرا		پر ز گوہر خاطرے چوں بحر عماں با من است
قطرۂ چند از رشاش کلکم ار گم شد چہ شد		خاطر فیاض ہمچوں ابر نیساں با من است
آب شعر عذب من چوں خاک اگر برباد رفت		سہل باشد چشمہ سار آب حیواں با من است
گرچہ آمد دل بدرد از گشتن دیوان تلف		لیک از دردش نہ اندیشم چو درماں با من است
ور ثنائے شاہ عالم ہمچو صیت عدل او		منتشر شد در جہاں طبع ثنا خواں با من است
گرچہ دیوانے دگر ترتیب دانم کرد لیک		حاصل عمرم ہمہ باشد اندو آں با من است
بے عنایت گر بود گردوں دوں باقی با من چہ		چوں عنایتہائے شاہنشاہ دوراں با من است
خسرو عادل معز الدین کہ گوید قدر او		کز جلالت آنچہ می گنجد در امکاں با من است
معظم جاکر نوازی کہ اندر کل حال	ق	شہریار عہد را از جملہ اقراں با من است
آں بود کز حکم او گوید مرا آزادہ		شاد باش ابن یمین کاجزائے دیوان با من است
عمر شہ در کامرانی تا ابد باد و بود		ورد من جاکر دعائے شاہ تا جاں با من است

پروفیسر براؤن صاحب کا یہ بیان جو انھوں نے تذکرہ مجمل فصیحی خوافی سے لیا ہے کہ جنگ زادہ کے بعد ابن یمین اپنے وطن سبزوار سے قطعہ مذکورہ بالا معز الدین کے پاس بھیجا تھا صحیح نہیں ہے قطعے کے اشعار سے اور نیز دیباچہ نوشتہ ابن یمین سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ مذکور کے بعد ابن یمین ملک معز الدین کے

ہمراہ سید ہے ہرات چلے گئے اور وہاں تین چار برس مقیم رہے معزالدین کی مدح میں کئی قصیدے تحریر کئے اور اوائل ۷۴۷ھ میں ہرات سے وطن واپس آئے۔

خواجہ علی بن شمس الدین سربدار

ہرات سے واپس آکر جب ابن یمین سربداروں کے دربار میں دوبارہ پہنچے ہیں تو اسوقت انکا قدیم سرپرست وجیہ الدین مسعود زندہ نہ تھا وہ دو سال قبل ۷۴۵ھ میں مازندران پر چڑھائی کرتے وقت مارا جا چکا تھا اور مسعود کا لڑکا مرزا لطف اللہ اور دو اور سربدار تھوڑے تھوڑے دن حکومت کرکے رخصت ہو چکے تھے اور اب خواجہ علی بن شمس الدین سربداروں کے چھٹے فرمانروا کا دور دورہ تھا۔ اسکا زمانہ حکومت ۷۴۹ھ سے ۷۵۳ھ تک رہا ہے۔ یہ شیخ حسن جوری کا خلیفہ و جانشین تھا۔ اسکا نام علی بن شمس الدین اور لقب تاج الدین ہے۔ جسقدر قصیدے ابن یمین نے اسکی مدح میں لکھے ہیں اور کسی بادشاہ کی مدح میں نہیں لکھے یہ بڑا متقشف و متشرع تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ پانسو فاحشہ عورتوں کو قتل کرکے ایک کنوئیں میں ڈلوا دیا تھا۔ طریقۂ شیخ حسن و مذہب اثنا عشری سے جو شخص اختلاف کرتا تھا اسکو قتل کرا دیتا تھا۔ اُسنے نقیب سبزوار کو جو اپنے تئیں حجاج بن یوسف[1] کی اولاد بتاتا تھا زہر دلوا دیا۔ اسکے عہد میں شراب و بھنگ کا استعمال تو کجا مجازاً اشعار میں بھی ان چیزوں کا ذکر کرنا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ابن یمین نے ایک قصیدہ کی تشبیب میں شراب کا ذکر کیا مگر ڈر کے مارے فوراً ہی معذرت کرنی پڑی۔ فرماتے ہیں۔

عید آمد و نگار بدہ جام خوشگوار	گر جام خوشگوار شود کار چون نگار
بگزشت ماہ روزہ غنیمت شمار عمر	زیرا کہ ہست نوبت ایں نیز برگزار
نے نے۔ نعوذ باللہ۔ ازیں کار زار غم	ساغر مدہ بدست من اے ترک میگسار
تشبیب ایں قصیدہ برآئین شاعراں	کردم بہ مے وگرنہ گواہست کردگار
کایں بندہ مدتے است کزیں جرم تائب ست	ازراہ اختیار نہ ازراہ اضطرار
خاصہ کنوں کہ امر شہنشاہ عہد شد	با نہی کردگار دریں باب دستیار

منجملہ اور قصائد کے ابن یمین نے خواجہ علی کی شادی پر ایک قصیدہ لکھا ہے جسکے دو شعر یہ ہیں۔

[1] حجاج بن یوسف مشہور ظالم گزرا ہے۔ یہ عبدالملک بن مروان خاندان بنی امیہ کے پانچویں خلیفہ کا سپہ سالار تھا ۷۳ھ میں عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ میں اسنے مکے پر چڑھائی کرکے خانہ کعبہ میں آگ لگا دی تھی۔ خاندان رسالت کے ساتھ اسکی دشمنی ضرب المثل ہے ۴۱ھ میں پیدا ہوا اور ۹۵ھ میں مرا۔ کم از کم ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں کا خون اسکی گردن پر ہے ۱۲

زہے خجستہ شبے کزدم نسیم سحر	بہ فرخی و سعادت بہ من رسید خبر
خجستہ مسند بلقیس عہد را افتاد	بہ تختگاہ سلیمان روزگار گزر

خواجہ علی کے عہد میں سربداروں کی قوت پھر عود کر آئی تھی اور خراسان کے مختلف مقامات پر اسنے اپنا تسلط کر لیا تھا ایک دفعہ کسی مہم سے واپسی کے وقت ابن یمین نے ایک قصیدہ اسکی خدمت میں پیش کیا تھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

یارب این خرم نسیم از عالم جاں میرسد	یا ز بستان ارم یا باغ رضواں میرسد
یا بشارت میرسد کز قتلگاہ دشمنان	بر مراد دوستاں رایات سلطاں میرسد

ایک مرتبہ کسی جنگ سے واپسی کے وقت خواجہ علی کا گزر ابن یمین کے مکان پر ہوا اس تقریب میں فرماتے ہیں۔

دوش بے ہیچ خبر کو کبہ باد سحر	بر در کلبۂ من کرد بصد لطف گزر
گفت من پیشروم - میرسد اکنوں بسیم	راستی نقش طراز ہمہ از فتح و ظفر
رایت شاہ جہاں داور دارائے جہاں	تا کہ شد کشور اعدائش ہمہ زیر و زبر

ابن یمین کے کلام سے ظاہر ہے کہ خواجہ علی اپنے دوسرے تمام ممدوحین سے زیادہ مہربان تھا اسکے محل کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

بیا تا عشرت آبادے چو خلد جاوداں بینی	چو خلد جاوداں ایں را بسے خوشتر ازاں بینی

خواجہ کی تعمیر کردہ جامع مسجد کی توصیف میں کہتے ہیں۔

حبذا طاقتیکہ جفت ایں رواق اخضر است	وز بلندی مرزمیں را آسمانے دیگر است
مسجد جامع ہمی خوانندش اما جنت است	وندراں فوارہ مانند حوض کوثر است

بادشاہ نے صبح کے وقت یاد کیا ہے کیا خوشی خوشی گنگناتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

میموں بود چہ طلعت فرخ لقائے تو	دیدن علی الصباح رخ دلکشائے تو
من خود کیم - چہ مرتبہ دارم کہ از کرم	کردہ است التفات بہ من بندہ رائے تو

باوجود ان تمام خصوصیات کے پھر بھی ابن یمین مرحمت سلطانی کے متدعی اور ترقی کے خواستگار ہیں۔

	مرا با چنیں طبع چوں آب و آتش	کز و در شگفتند عالی[1] و دانی	
	چرا از جہاں ہیچ بہرہ نباشد	نہ جاہی نہ مالی نہ آبی نہ نانی	

اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ ابن یمین اس زمانے میں بھی مستغنی و مطمئن نہ تھے جسکی وجہ یہ تھی کہ خواجہ علی بن شمس الدین بہت ہی بخیل سخت گیر اور بے مروت تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے ایک عہدہ دار حیدر قصاب نے جسکے سپرد وصول مالگزاری کا کام تھا اسکی جبر و زیادتی و بدزبانی سے تنگ آکر سنہ ۷۵۳ھ میں اُسے قتل کر دیا ۔ تاریخ روضۃ الصفا میں ہے کہ کسی شاعر نے اُسوقت حیدر قصاب کی مدح میں یہ شعر کہا تھا۔

	اے در نبرد حیدر کرار روزگار	خوش[2] کردہ است خنجر تو کار روزگار	

ابن یمین نے بھی بجائے اسکے کہ اپنے مربی و سرپرست کے ناگہانی قتل پر کوئی مرثیہ لکھتے حیدر قصائی کی ہیبت اسطرح ٹھوکی ۔

	آفریں باد آفریں اے حیدر خنجر گزار	آمد از تیغ تو آب ملک را بر روئے کار	
	مدتے بر خویشتن خندید خصمت ہمچو گل	دست تقدیرش نہاد از خنجرت ناگاہ خار	
	دشمنت چوں حرص و آزے تشنہ دا غالب ہمچو مور	پائمالے و بر گشت از بہر گنجش ہمچو مار	

علی شمس الدین مرچکا مگر اسکی خست کا تذکرہ ابھی تک چلا جا رہا ہے ۔ ابن یمین نائب کو بھی دھمکی دے رہے ہیں ۔

	چہ کردہ بود ز خست علی شمس الدین	بجز نزاع کہ با اہل فضل دوناں کرد	
	ہماں مضایقہ دوناں کہ با من او کردے	پریر[3] نائب دیواں بعینہ آں کرد	
	اگر تو ابن یمیں را وظیفہ می ندہی	ضرورتش سفرے باید از خراساں کرد	

بظاہر اگرچہ ابن یمین جیسے اخلاق مجسم بزرگ کی تصویر کا رخ نہایت سیاہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے محسن و سرپرست کے قاتل کی داد دے رہے ہیں کہ واہ بیٹھے خوب ہاتھ مارا کہ تسمہ لگا نہیں رہا اور مرنے کے بعد بھی اسکو بخل و تکبر وغیرہ عیوب سے یاد کر رہے ہیں مگر جو شخص اس زمانہ کی حالت پر نظر ڈالے گا وہ

[1] عالی و دانی - اعلی و ادنی ۱۲

[2] کیا عجب ہے کہ ناصر علی سرہندی نے اسی شعر سے اپنے اس مشہور شعر کا مضمون اخذ کیا "اے شان حیدری ز جبین تو آشکار ؎ نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار"

[3] پریر - پرسوں ۱۲

ابن یمین کو معذور سمجھیگا۔ اسوقت حصول سلطنت کا سب سے بڑا ذریعہ یہی تھا کہ بادشاہ وقت کو قتل کرکے بادشاہ بنتے تھے ایسی صورت میں اگر کوئی شخص متوفی و مقتول بادشاہ کے سوگ میں بیٹھا رہتا اور غاصب نئے بادشاہ کا خیر مقدم نہ کرتا تو خود بھی اسکے پاس پہنچتا۔ علی الخصوص ابن یمین جیسے مشہور قصیدہ گو و قصیدہ گر کے لیئے یہ غیر ممکن تھا کہ وہ **مصرعہ** زباں بریدہ بکنجے نشستہ صم و بکم۔ پر عمل کرکے اپنی اور اپنے عیال و اطفال کی جان خطرہ میں ڈالتے یا تن بہ تقدیر اپنے متعلقین کو غارتگروں کے حوالے کرکے جلاوطنی اختیار کرلیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حصہ ہمارے پیر و مرشد حضرت سعدی کا تھا کہ وہ اس قسم کے ڈاکو اور قزاقوں سے ہمیشہ کھٹکتے ہی رہے اور جب کسی نے قصیدہ مدحیہ کی فرمائش کی تو کھری کھری سنا دی کہ بیٹا اگر تمہارے باوا نے نصیحت نہیں کی تو لو اب ہم سے سن لو۔

جہاں سالار عادل انکیانو[1]	سپہدار عراق و ترک و دیلم
چنیں پند از پدر نشنیدہ باشی	الا اگر ہوشیاری بشنو از عم

اسکے بعد ہاں میں ہاں ملانے والے مصاحبوں پر یہ پھبتی کسی۔

اگر مردم ہمیں بالا و ریشند	بہ نیزہ نیزہ بربستاست پرچم

یعنی اگر اسی قد و قامت اور ڈاڑھیوں کا نام آدمی ہے تو یہ آدمی تو نہیں بلکہ ایک ایک نیزے میں ایک ایک جھنڈی بندھی ہوئی ہے۔

اسکے بعد فرماتے ہیں کہ :-

چو ہر دانت کرم کردہ مخصوص	چناں ذی درمیان خلق و عالم
کہ گر وقتے مکان بادشاہیت	نباشد ہمچناں باشی مکرم
مقامات از دو بیروں نیست فردا	بہشت جاودانی یا جہنم

نظام الدین یحیی

خیر اب ہم اپنے سلسلہ بیان کو شروع کرتے ہیں۔ خواجہ علی بن شمس الدین کے بعد نظام الدین یحیی کراپی[2] سربداروں کا ساتواں بادشاہ ۷۵۳ھ میں تخت سلطنت پر متمکن ہوا اور ابن یمین نے نہایت خندہ پیشانی سے اسکا خیر مقدم کیا اور مختلف

---

[1] انکیانو۔ ایک تاتاری سردار تھا جو ہلاکو خاں کی جانب سے عراق و ترکستان و دیلم کا گورنر تھا ۱۲

[2] کراب پاکبرا سبزوار کا ایک گاؤں ہے ۱۲ (دولت شاہ)

اوقات میں اسکی مدح میں قصیدے لکھے۔ اس زمانہ میں طغا تیمور خان حاکم مازندراں و گرگان کی قوت برائے نام رہگئی تھی اور سردار اسکی اطاعت کا جوا اپنے کندھے سے پھینکنا چاہتے تھے چنانچہ یحییٰ کرابی نے بظاہر اظہار اطاعت کے لئے اور بہ باطن طغا تیمور خاں کا خاتمہ کردینے کے لئے ۷۵۴ھ میں گرگان جانے کا ارادہ کیا۔ ابن یمین کو طغا تیمور خاں کے پاس سے آئے ہوئے بارہ برس ہوگئے تھے اسوقت انکو اپنے قدیم ممدوح کے دیکھنے کا اشتیاق موجزن ہوا اور ان دونوں بادشاہوں کے اتحاد سے انکو بڑی بڑی امیدیں بندھیں۔ چنانچہ اپنے قدیم خداوند نعمت کو دیکھنے کی تمنا میں یحییے کرابی سے یہ درخواست کی کہ وہ انکو بھی اپنے ہمراہ لے چلے۔

یارب چہ موجب است کہ دستور شہ نشان	والا نظام دولت و دیں آصف زماں
روزے نہ پرسد از سر اشفاق و مرحمت	مولائے خویش ابن یمین را کہ اے فلاں
چونی و در چہ کاری و دریں بوسم از چہ خاست	عزم تو زیں جہاں بہ جناب خدائیگاں
بر رائے شاہ اگر نہ کنی حال بندہ عرض	زود آکہ بر فلک رسدم نالہ و فغاں

یحییے نے ابن یمین کی درخواست منظور کی اور ان کو اپنے ساتھ گرگان لے گیا رستے میں ابن یمین نے دونوں بادشاہوں کے اتحاد و ارتباط کی تقریب میں کئی قصیدے نظم کئے۔ یحییے گرگان پہونچا طغا تیمور خان کا مہمان ہوا ایک دربار میں ابن یمین منتظر تھے کہ قصیدے پڑھکر دونوں ہاتھوں سے انعام سمیٹیں گے۔ محفل عیش و نشاط گرم تھی۔ دسترخوان بچھایا جارہا تھا۔ رکابیاں چنی جارہی تھیں کہ عین جلسے میں یحییے اور اسکے ہمراہیوں نے طغا تیمور خاں کا کام تمام کردیا۔ اُس وقت ابن یمین کے دل پر جو کچھ گزرا ہوگا اور جسطرح انکی امیدوں کا خون ہوا ہوگا اسکا اندازہ ایک قصیدہ گو شاعر ہی خوب کر سکتا ہے۔ ابن یمین چند ساعت قبل طغا تیمور کے واسطے دعا حیات ابدی مانگ رہے تھے اب یحییے کی کامیابی اور طغا تیمور کے قتل پر خدا کا شکر کرتے ہیں۔

کار ملک و دیں بحمد اللہ نظام از سر گرفت	مصطفی بطحی کشا و مرتضی خیبر گرفت
سرور گردن کشاں یحیی کہ چوں الیاس و خضر	از مددگاری ایزد ملک بحر و بر گرفت
آنکہ چوں بہر شکار آورد پا اندر رکاب	شہریار با سپاہ و تخت با افسر گرفت

ابھی یحییے کرابی کے شکار کی پوری تعریف نہیں ہوئی اسلئے پھر فرماتے ہیں۔

	ہر یکے از شہاں بہ وقت شکار		صید دیگر کند بہ قوت بخت	
	شاہ یحییٰ چو عزم صید کند		شہریاراں رباید از سر تخت	

ہم ابن یمین کی اس معذورانہ مدح کا سبب اوپر لکھ چکے ہیں مگر اُس زمانہ کے بادشاہوں کا شغل شکار بھی داد طلب ہے۔ ۷۵۶ھ میں آخر یحییٰ شکاری بھی اپنے ملازموں کا شکار ہوا۔

خواجہ نجم الدین علی موید یحییٰ کرابی کے قتل کے بعد دس سال تک کئی اور سربدار سلاطین حیدر قصاب۔ لطف اللہ وغیرہ تھوڑے تھوڑے دن حکمران رہے جنکی مدح میں ابن یمین نے ایک آدھ قصیدہ لکھا ہے مگر تعداد میں وہ تعداد اس قدر کم ہیں کہ گویا پانچ چھ سال ابن یمین خاموش ہی رہے۔ البتہ سربداروں کے آخری تاجدار خواجہ نجم الدین علی موید کی تواضع انھوں نے قصائد سے خوب کی۔ اسکا عہد حکومت ۷۶۶ ہجری سے ۷۸۳ھ تک رہا۔ ابن یمین اسکے زمانہ میں کوئی تین سال زندہ رہے۔ اسکی مدح میں ایک ترکیب بند اور کئی قصیدے موجود ہیں۔ ترکیب بند کا پہلا بند اس شعر پر ختم ہوتا ہے۔

	بار دیگر شد جہاں از صنع رب العالمین		ہم چو بزم خسرو آفاق نجم ملک و دین	

ایک قصیدے کا مطلع یہ ہے

	قطب ملوک و قدوۂ شاہان روزگار		فرزانہ نجم ملت و دیں شاہ سبزوار	

سیر و سیاحت ابن یمین کی سیر و سیاحت زیادہ تر حصول معاش کے ضمن میں تھی جسکے لیے امرا و سلاطین کے ہمراہ وہ ملکوں ملکوں پھرے مگر سفر انکے واسطے کبھی وسیلہ ظفر نہ ہوا اور ناقدردان امرا کی شکایت ہر جگہ انکے ساتھ رہی۔ فرماتے ہیں۔

	خود گرفتم کہ موذی ید بیضا بہ سخن		نطق عیسیٰ چہ کنی دور خراں است امروز	

اُس زمانے کے خرد ماغ چھوٹے چھوٹے امیر بھی یہ اُمید رکھتے تھے کہ شاعر اُن کو آسمان پر بٹھا دیں۔ اس حالت کی تصویر ابن یمین نے ان الفاظ میں کھینچی ہے

	دو سہ دہ را کہ آمدہ است کہ راضی نمی شود		کمتر کسیکہ صدر معظم نو یسمش	
	آخر و زیر ما چہ نویسم کہ ہر گز بہ		دارد طمع کہ صاحب اعظم نویسمش	
	منصب بداں رسید کہ اکنوں گدائے شہر		نپسندد ار ز شاہ جہاں کم نویسمش	

لہ گزیدہ سائیس ۱۲

اس امر کا پتہ لگانا مشکل ہے کہ ابن یمین کس وقت کہاں گئے تاہم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ۷۰۸ھ ہجری میں انہوں نے مشہد مقدس رضویہ کی زیارت کی تھی۔ لڑکپن میں جرجان بھی گئے تھے ۷۲۳ھ میں خواف اور وہاں سے ہرات گئے۔ اوائل ۷۴۰ھ ہجری میں ہرات سے جب دل اچاٹ ہوا تو وطن کی یاد میں یہ اشعار کہے۔

اے صبا گر بودت سوئے خراساں گذرے	بر از حال دل من سوئے جاناں خبرے
چشم زخم فلکی بود وگرنہ ز چہ روئے	در رہ افتاد مرا ناگہ از نیساں سفرے

جب واپس سفر کا مصمم ارادہ ہوگیا تو فرماتے ہیں۔

ایں ہم بار دگر عزم خراساں کردہ	روئے چوں بلبل شیدا بہ گلستاں کردہ
بودہ یعقوب صفت ساکنِ بیت الاحزان	ایں زماں روئے سوئے یوسف کنعاں کردہ

آخر اپنے وطن سبزوار میں واپس آگئے۔ ۷۵۳ھ میں دوبارہ گرگان گئے اور مازندران، آذربائیجان عراق اور بعض دوسرے مقامات کا بھی سفر کیا۔ وہ خود اپنی سیاحت کو بحر و بر تک وسعت دیتے ہیں۔

مدتے از پئے ہوا و ہوس	عرصۂ بحر و بر بہ پیمودم

نہ معلوم کس ضرورت نے مجبور کیا کہ بڑھاپے میں بھی انکو گھر سے نکلنا پڑا۔

فلک سرگشتہ کرد ابن یمین را	فکندش در رہ ادبار و شبگیر
وگرنہ او کہ و شبگیر و ادبار	ضعیفے ناتوانے مرد کے پیر
سفر کردن نہ کار اوست چوں او	گرفت اکنوں بساں کودکاں شیر

ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عراق بھی گئے تھے لیکن صحت کیا تھا یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ کب گئے اور کس کے زمانہ میں گئے۔ اشتیاق بغداد میں سعدی کے دو مصرعوں کو تضمین کرکے فرماتے ہیں۔[1]

چکنم ملکِ خراساں چکنم محنت جاں	وقت آنست کہ پرسی خبر از بغدادم
گرچہ ایں مولد و منشا است و لے سعدی گفت	نتواں مُرد بسختی کہ من اینجا زادم

[1] سعدی کے حسب ذیل اشعار کے مصرعے تضمین کئے گئے ہیں۔

دلم از صحبت شیراز بہ کلی بگرفت	وقت آنست کہ پرسی خبر از بغدادم
سعدیا حب وطن گرچہ حدیث است صحیح	نتواں مُرد بہ سختی کہ من اینجا زادم

اسی بحر میں ایک اور قطعہ بھی موجود ہے جسمیں ختم سفر پر اظہار مسرت کرتے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوران سفر میں انکے پاؤں میں ضرب آگئی تھی۔

این منم باز که در باغ بہشت افتادم	وز سفر کاں بحقیقت سقر است آزادم
این بخواب است که می بینم اگر بیداری	که پس آں ہمہ اندوہ چنیں دلشادم
دستگیر از نشدے حق که توانستے خاست	آں چناں سخت که ناگاہ ز پا افتادم

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چلنے پھرنے سے بھی کچھ دن معذور تھے نظام الدین نامی کسی شخص کی مدح میں کہتے ہیں۔

عرضہ دارم کز چناں دولت چرا محروم ماند	زانکه خود لنگ است اسپے ہم ندارد راہوا

عیال واطفال

قطعات شاہد ہیں کہ عرصہ دراز تک ابن یمین مجرد رہے۔ شہر بھر میں انکی تجرد کے معاملہ میں شہرت تھی۔ اسپر وہ فخر کرتے تھے اور دوسروں کو بھی گھر بار کے جنجال سے محفوظ رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اے برادر بشنو از من تا توانی زن مخواہ	گر ہمی خواہد دلت کز زندگانی برخوری
گرچہ تزویج است سنت لیک گرداری خرد	اندریں رہ فرض کن از دین عیسیٰ برتری

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

مرد باید که کند میل نہ ہرگز بدو چیز	تا ہمہ عمر بہ دنیا بسلامت باشد
زن نخواہد اگرش دختر قیصر دہند	وام نگیرد اگرش وعدہ قیامت باشد

باوجود گریز پائی کے آخر انکو بھی اس بخیر میں پھنسنا پڑا اور غالباً بڑھاپے میں کہ بار اطفال سے گھبرا کر چیخ اٹھے۔

مرا در وقت پیری بار اطفال	نہ در حق بود حقا ثم حقا
[1] ہما انا فی الغربة ذو عیال	یدق الظهر دقّا ثم دقّا

ابن یمین کے کلام سے ثابت ہے کہ انکے تین چار فرزند تھے مگر انکو انکے مرنے جینے کی کچھ پروا نہ تھی، البتہ اپنے فرزندان روحانی کی دعائے درازی عمر کرتے تھے۔

[1] اس عالم غربت میں بال بچوں کے بوجھ نے میری کمر توڑ دی اور بری طرح توڑ دی ۱۲

اگرچه فرزندان جسمانی سه چارم هست لیک	از حیات و موت شاں هرگز نه غمگینم نه شاد
منت ایزد را که فرزندان روحانیم هست	تا قیامت عمر فرزندان روحانیم باد

ان تین چار لڑکوں میں ایک لڑکا بڑا اقبال شاعر بھی نظر آتا ہے جسے وہ اپنا سچا جانشین بیان کرتے ہیں

فرزند تو، دیدهٔ من آنکه در سخن	داند خرد که مرتبهٔ بهتری تراست
خورشید در نظم تو در گوش میکند	چوں آفتاب ملک سخن مشتری تراست
میدان نظم و نثر مرا بود پیشه تر	پا نه دریں بساط کنوں سروری تراست
آنکس که از معانی و الفاظ واقف است	داند یقیں که مرتبهٔ شاعری تراست
ابن یمین تراچه نظر میکند به مهر	محو باش عاقبت عنصری تراست

مگر پھر بھی وہ اپنے فرزندان روحانی ہی کی خیر مناتے ہیں اور ان بچوں سے خوش نظر نہیں آتے

بحمد الله مرا هستند فرزندان روحانی	که حوراشاں بپرورد است در آغوش و در دامن هم
سراسر در جهاں گیری چو شاه اختران فادر	عراق آورده زیر حکم و اقلیم خراساں هم
سه چارم نیز هم هستند فرزندان جسمانی	ولے من فارغم زیشاں و از من نیز ایشاں هم
ز فرزندان جسمانی چه دارم چشم جمعیت	کز ایشاں روز هستم دلفگار و شب پریشاں هم

بعض قطعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بال بچوں کی پرورش کا نہ کچھ خیال تھا اور نہ انکے واسطے پس انداز کرنے کی کچھ فکر مثلاً

ابن یمین مخور غم اخلاف بهر آنکه	اسلاف وار همه ایشان معد است
گازر مباش کز پئے تزئین دیگرے	جامه سفید کرد و ورا رو مسود است

قطع نظر امور معاش کے مسائل شرافت میں بھی وہ اولاد کا خیال کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔

مرا نام اگر نیک اگر بد بود	چو رفتم از آنم چه ننگ و چه عار
کسے را بود مفخر و عار ار بود	که ماند ز من در جهاں یادگار
پس از من جهاں هر چه خواهد رواست	چو من دامن افشانده ام زیں غبار

بچوں کی پرورش کے متعلق وہ خدا پر اس حد تک بھروسہ کرتے ہیں۔

غم فرزند خوردن از جهل است	که خدا این و آنش می دهد

کردگارے کہ آفرید او را	می توانست جانش می ندہد
از کمال و کرم چو جانش داد	نکند آنچہ نانش می ندہد

باوجود اس بے اعتنائی کے وہ لڑکے کی جدائی میں بے قرار بھی ہوتے ہیں جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ انکا دل اُس محبت سے جو باپ کو بیٹے سے فطرتاً ہوتی ہے خالی نہ تھا۔

چشم پدر از فرقت روئے تو سفید است	فرزند دل افروز من اے بدر منیرا
پیراہن خود تحفہ فرست اے پسر و گو	اَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ یَاتِ بَصِیْرًا[1]

دولت شاہ ۸۹۲ھ ہجری میں لکھتے ہیں کہ اُنکی اولاد ابتک فریومد میں موجود ہے یعنے ابن یمین کی وفات کے سو ہو برس بعد تک اُنکی اولاد و احفاد کا پتہ تھا ملا رشید یاسمی ۱۳۰۳ھ شمسی میں فرماتے ہیں کہ فریومد میں اب کوئی اثر آثار ابن یمین کا نہیں ہے۔ بطور نتیجہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اولاد کے بارے میں ابن یمین کی دعا اللہ تعالے نے قبول کی اور اُنکے فرزندان روحانی کی بدولت یورپ و ایشیا میں آجتک ابن یمین کے نام لیوا موجود ہیں اور اسی حقیقی اولاد کا طفیل ہے کہ ہم پونے چھ سو برس کے بعد بھی ابن یمین کو دعائے خیر سے یاد کر رہے ہیں۔ ذوق نے سچ کہا ہے۔

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

مذہب و طریق

واقعات اور ابن یمین کے کلام سے ثابت ہے کہ انکا آبائی مذہب شیعہ اثنا عشری تھا اور شیخ حسن جوری سے جو ان کو عقیدت و ارادت تھی اس سے اُن کو اور بھی سند تشیع حاصل ہوگئی تھی مگر اُنکے کلام سے یہ بھی ثابت ہے کہ متعصب نہ تھے۔ ایک کی دوستی میں دوسرے کو برا کہنا حماقت سمجھتے تھے اور گزشتہ واقعات بیان کرکے آپس میں تو تو میں میں کرنا برا جانتے تھے

من ندارم منازعت با کس	بر من این مشکلات آسان است
ہر کہ با زندہ از پئے مُردہ	میکند جنگ سخت نادان است

ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں کہ میں تو رسول اللہ[2] کا پیرو ہوں جنکے چاروں خلفا پیرو تھے۔

---

[1] یہ سورہ یوسف کی آیت ہے۔ جب برادران یوسفؑ حضرت یوسفؑ کی قمیص لیکر کنعان کی طرف چلے حضرت یوسفؑ نے انسے کہا اسکو میرے باپ کے منہ پر ڈالدینا وہ بینا ہو جائیں گے۔ ۱۲

من پیرو آنکسم باخلاق — کایشاں ہمہ پیروان او یند

بعض مضامین ایسے بھی دیکھنے میں آئے جن سے اُنکا ڈانوا ڈول یقین ہونا پایا جاتا ہے۔ مگر اس قسم کے مضامین بڑے بڑے صوفیوں کے کلام میں موجود ہیں۔ بہشت و دوزخ اور عذاب و ثواب کے متعلق فرماتے ہیں۔

بگزار از دوزخ نظر بر جنت الماوی مدار — زانکہ حاصل زیں دو منزل انتظار بیش نیست
عمر باقی خواہ یعنے نام نیک ابن یمین — کایں دو روزہ عمر فانی مستعار بیش نیست

مسئلہ تقدیر و تدبیر پر ایک قطعہ جو ہمنے محاکمہ میں لکھا ہے اور جسکا پہلا شعر یہ ہے۔

خدا ئیکہ بنیاد ہستیت داد — بروز الست اندر افگند خشت

ملا رشید یاسمی اس کی بنا پر ابن یمین کو ضعیف الاعتقاد قرار دیتے ہیں۔ ایک قطعہ میں ابن یمین استمداد قبور کے بھی مخالف نظر آرہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

گفتم روم زیارت پیشینان کنم — باشد کہ راحتے رسد از روح شاں بمن
عقلم شنود و گفت کہ بنشیں بجائے خویش — و ندر خطر بہرزہ میند از جان و تن
آخر ز زندگاں بہ چہ خلعت رسیدہ — تا گستر ند در قدمت مردگاں کفن

اخلاق و عادات

ابن یمین نے تمام عمر بڑے بڑے لوگوں میں نشست و برخاست رکھی انکا مرتبہ بوجہ خدمت استیفا و مصاحبت وزراء و سلاطین و نیز بوجہ علم و فضل و شرافت خاندانی بہت بلند تھا۔ وہ بذاتہ نہایت خلیق اور صفات پسندیدہ سے متصف تھے انکا اخلاق اس درجہ تھا کہ دوسری جتنی خوبیاں ہیں وہ سب اسی ایک درخت کی شاخیں سمجھنی چاہئیں۔ تمام تذکرہ نویسوں نے انکو عارفین کامل اور اکابر صوفیہ سے مانا ہے اگرچہ ضروریات زمانہ نے انکو ہمیشہ سرگشتہ و پریشان رکھا مگر گوشہ نشینی و تنہائی پسندی انکی طبیعت کا جزو تھی۔ اسی وجہ سے وہ دہقنیت کو جو عبادت کی ایک شکل ہے اور جس میں خدا پر بہت زائد توکل کرنا پڑتا ہے سب کاموں پر ترجیح دیتے تھے تقریباً چالیس سال کے بعد انہوں نے اخلاقی نظمیں لکھنا شروع کیں اور اپنے ہموطنوں کی سعادت دارین کیلئے جو نصیحت مناسب معلوم ہوئی وہ موثر پیرایہ میں اختصار کے ساتھ قطعہ کی صورت میں لکھکر پیش کر دی۔ طول و طویل عمر میں زمانہ کے جو کچھ سرد و گرم انھوں نے چکھے اور طوائف الملوکی کے سبب سے جو تجربات ان کو حاصل ہوئے اُن سے بہت اچھے اچھے نتیجے انھوں نے نکالے۔ صفات انسانی کا انہوں نے بڑی گہری نظر سے

مطالعہ کیا تہا۔ اسلیئے فلسفہ وحکمت کے مضامین مختلف پہلوؤں سے بیان کیئے ہیں اور ہر مسئلہ کی مختلف نوعیتیں مدنظر رکھکر کبھی کسی پہلو پہ اور کبھی کسی پر بحث کی ہے۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ جب تک خود کوئی شخص اوصاف حمیدہ نہ رکھتا ہو۔ دوسروں کو نصیحت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ابن یمین عمدہ صفات کا ایک نمونہ تھے۔ جنکی وجہ سے عام وخاص سے گزرکر امرا وسلاطین بھی انکی عزت کرتے تھے انکی سخاوت وفیاضی درجہ اسراف تک پہنچی ہوئی تھی انکا دسترخوان مہمانوں کے لئے ہر وقت بچھا ہوا تھا۔ افلاس پر وہ قانع اور مصائب پر شاکر رہتے تھے۔

بڑھاپا اور وفات ہم شروع میں لکھ آئے ہیں کہ ابن یمین کی عمر کوئی اسّی اکیاسی ۸۱ برس کی ہوئی انکے کلام سے یہ واضح ہے کہ آخر عمر میں وہ نہایت کمزور ہوگئے تھے انکی غذا بجز دودھ کے اور کچھ نہ تھی۔ اُن کا قد جھک کر کمان ہوگیا تھا اور لکڑی کے سہارے سے چلا کرتے تھے جیسا کہ فرماتے ہیں۔

کمان آسا شد این قدِ چو تیرم ۔۔۔ زبس کز گردش گیتی خوردم کوب
کنون پشتم بہ خم در کف عصائے ۔۔۔ کمانے را ہمی مانم زہ از چوب

آخر شنبہ کے روز آٹھویں جمادی الاول سنہ ۷۶۹ ہجری کو وہ وقت آگیا کہ یہ طویل العمر بزرگ رات کو نماز میں مصروف ہوئے اور صبح کے وقت جب لوگ انکے حجرے میں گئے تو دیکھا کہ جانماز بچھی ہے اور ابن یمین موت کی نیند سو رہے ہیں اور سامنے یہ رباعی لکھی ہوئی رکھی ہے۔

منگر کہ دل ابن یمین پر خون شد ۔۔۔ بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف وچشم بہ رہ روئے بدوست ۔۔۔ با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد

اگرچہ دولت شاہ سمرقندی کی تقلید میں رضا قلی خاں ہدایت صاحب مجمع الفصحا و قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ نے ابن یمین کا سال وفات سنہ ۷۴۵ ہجری لکھا ہے لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے اسکے بہت بعد کے قصائد وقطعات تاریخ انکی کلیات میں موجود ہیں۔ البتہ تاریخ مجمع الواصلین و تذکرہ مجمل فصیحی (تالیف شدہ ۸۴۵ ہجری) وغیرہ بعض کتابوں میں حسب ذیل قطعہ تاریخ وفات درج ہے جس سے ۷۶۹ سال وفات ثابت ہے اور یہی صحیح ہے۔

بود از تاریخ ہجرت ہفتصد با شصت و نہ ۔۔۔ روز شنبہ ہشتم ماہ جماد الآخرین
گفت رضوان حور را برخیز و استقبال کن ۔۔۔ خیمہ بر صحرائے جنت می زند ابن یمین

ابن یمین کا کلام

نثر و نظم

الف۔ نثر

قبل اسکے کہ ہم ابن یمین کے کلام نظم کے متعلق بحث کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکی نثر کی نسبت چند سطریں تحریر کر دیں۔ دیباچہ کلیات ابن یمین کا چیدہ چیدہ حصہ جو ہم نے سوانح ابن یمین کے ضمن میں کہیں کہیں نقل کر دیا ہے اُس سے یہ ثابت ہے کہ باوجود قافیہ کی پابندی کے ابن یمین نہایت خوبی کیساتھ اپنے خیالات نثر میں ادا کرتے ہیں اسکے سوا غالباً بجز دیباچہ کلیات اور کوئی نمونہ ابن یمین کے کلام نثر کا موجود نہیں ہے۔ یہ دیباچہ حکیم مولوی سید مظفر حسین صاحب مہتمم دار دارالترجمہ حیدر آباد دکن کے پاس ہے جن کو تصنیفات و تالیفات قدیمہ سے ایک خاص دلچسپی ہے۔ اُن سے فقیر تک پہنچا ہے۔ اسکی تعداد صفحات معمولی تقطیع پر (۶) ہے یعنے کوئی (۱۲۰) سطریں۔ اس دیباچہ کی افتتاح یعنے حمد و نعت عام مصنفین کے طریق پر ابن یمین نے بھی مقفے عربی سے کی ہے۔ پھر چھ سات سطروں کے بعد مقفے و مسجع فارسی میں اظہار مطلب کیا ہے۔ باعتبار مضامین یہ دیباچہ حصص ذیل پر مشتمل ہے۔

(۱) حمد و نعت

(۲) ابن یمین کا شوق حصول علم

(۳) ابن یمین کے آبا و اجداد کے مشاغل

(۴) ابن یمین کے ترک ملازمت کے وجوہ

(۵) ابن یمین کی طبیعت کی ہمہ گیری و حصول فیضان صحبت و فضیلت سخن

(۶) علم کی وجہ سے انسان کا اشرف المخلوقات ہونا

(۷) اقسام سخن۔ نظم و نثر کا مقابلہ۔ جواز شعر

(۸) دیوان کا گم ہونا اور دوبارہ اسکی ترتیب۔

مذکورہ بالا حصوں میں سے بجز نمبر (۱) کے نمبر (۲) تا نمبر (۵) کا اقتباس ہم سوانح میں کر چکے ہیں نمبر ۶ میں ایک ایسی بحث ہے جسکی نقل ہمارے موضوع کے اعتبار سے کچھ زیادہ دلچسپ نہ ہوگی اسلئے نظرانداز کیجاتی ہے نمبر (۷) میں سے ہم صرف اسی قدر یہاں نقل کرتے ہیں جس سے ابن یمین کی نثر نویسی پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

"چوں حال نظم و نثر بدین جمله است که شمهٔ تقریر افتاد - و اکثر اصحاب معانی را با شعر موانست و با شعرا مؤانست مجالست هست - این ضعیف نیز از دُرِ منثور عاطل و از فضائل آن غافل نبود و بهر وقت به اشارت ملوک و سلاطین امثله بر رقم قلم مرقوم می گردانید و الحاف[1] خداوندان و دوستان در کتابت مکتوبات و رسائل به اسعاف[2] می رسانید و با مخادیم[3] و احباب ابواب مراسلات و مخاطبات[4] گشاده می داشت و سوا بعضی از آن به آخر این ذکر بر بیاض ورقی چند خواهد نگاشت احیاناً و امتحاناً للسّوس لا لادراک[5] المطعوم و الملبوس بیتی گفته می شد"

عبارت مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ ابن یمین کبھی کبھی نظم لکھا کرتے تھے اور شاعری کو بہت کم کام میں لاتے تھے یعنے جب کبھی اُنکا دل چاہتا تھا یا یوں کہو کہ جب ضروریات زندگی اُن کو مجبور کرتے تھے مگر نثر لکھنے کا اُن کو بہت اتفاق ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ سلاطین و شاہان وقت کے حکم سے سرکاری تحریرات لکھا کرتے تھے نیز دوستوں، امیروں، عہدہ داروں، اور بڑے بڑے لوگوں سے انکی خط و کتابت و مراسلت رہا کرتی تھی اور مکتوبات و رسائل بھی لکھتے تھے خود اس عبارت میں اُنہوں نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آخر میں وہ خطوط وغیرہ کا کچھ نمونہ پیش کرینگے مگر افسوس ہے کہ یا تو وہ لکھا ہی نہیں گیا یا لکھا تھا اور گم ہوگیا ملا رشید یاسمی نے بھی اسکا ذکر کیا ہے کہ کلیات موجودہ طہران میں بھی ابن یمین کی وہ نثر جسکا انھوں نے دیباچے میں وعدہ کیا ہے موجود نہیں ہے۔

---

[1] الحاف - تعریف - مدح ۱۲

[2] اسعاف - تکمیل پورے طور سے ۱۲

[3] مخادیم - جمع مخدوم ۱۲

[4] مخاطبات - جمع مخاطبه - مراد خطوط ۱۲

[5] اس فقرے کے دو معنی ہوسکتے ہیں اگر "لا" کے معنی "نہ کہ" لیں تو یہ معنی ہونگے اتفاقاً و امتحاناً جب کبھی دل چاہتا تھا (نہ کہ کھانا کپڑا مانگنے کے لئے) نظم بھی لکھ لیتا تھا اور اگر "لا" کے معنی "بلکہ" لیں تو یہ معنی ہونگے اتفاقاً و امتحاناً طبیعت کے شوق سے نہیں بلکہ خوراک و لباس طلب کرنے کے لئے نظم بھی لکھ لیا کرتا تھا۔ واقعات کے لحاظ سے یہ پچھلے معنی ہی ہم کو زیادہ موزوں معلوم ہوتے ہیں ۱۲

باوجودیکہ ابن یمین نثر نویسی میں بڑے مشاق تھے جیسا کہ اُنکے بیان سے ظاہر ہے مگر وہ نظم کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"شہسواران میدان فصاحت و مبارزان مضمار[1] بلاغت مرکب بادپائے سخن را در اطراف و اکناف عالم دوانیدہ اند۔ و در اظہار اعجاز عیسوی ید بیضائے موسوی بظہور رسانیدہ و کلمات مہذب و عبارات متقنہ را بدو قسم منثور و منظوم منقسم گردانیدہ۔ ہرچند سخن منثور کالورد المسطور[2] مشہور است فاما مرعی آنکہ[3]"

"در دانہ اگرچہ پراگندہ ہم نکو است   اما بجا بہ گوہر منظوم می رسد"

"در ضمیر عقدہ کشائے ارباب فراست و اصحاب کیاست پوشیدہ نماند کہ عروس دلربائے معانی را چندانکہ کسوت لطیف تر و حلیہ شریف تر باشد اصحاب عقول سلیمہ و ارباب طبایع مستقیمہ بمواصلت او رغبت بیش نمایند و ملاقات او را بنکوتر قبولے پیش آیند"

دیباچے کا اہم ترین حصہ نثر ہے جسمیں انہوں نے اپنے دیوان کے گم ہونے اور اُسکے دوبارہ مرتب کرنیکا ذکر کیا ہے۔ اسکی پوری نقل ہم انکے کلام نظم کے ضمن میں حاشیہ پر کرینگے۔ اسی حصے میں وہ پرجوش قطعہ بھی ہے جو انھوں نے دیوان گم ہونے پر لکھا ہے اور جس سے انکا انتہائے صبر و استقلال و علو ہمتی ثابت ہوتی ہے۔

ب۔ دیوان کا گم ہونا دوبارہ ترتیب

تقریباً تمام اگلے تذکرہ نویسوں اور مورخوں نے ابن یمین کے دیوان کے متعلق یہ لکھکر کہ سربداروں کی جنگ میں گم ہوگیا۔ تنقید و تقریظ سے اپنا پیچھا چھڑا لیا ہے مگر کسی نے یہ غور نہیں کیا کہ جنگ مذکور کب ہوئی اور اُس کے بعد ابن یمین کتنے دن اور زندہ رہے اور اُس مدت میں علاوہ قطعات کے جو بہت مشہور ہیں آیا اور بھی کچھ انھوں نے لکھا یا نہیں؟ ہمارے زمانہ میں مولوی شبلی نعمانی مرحوم نے بھی وہی پرانی لکیر پیٹی ہے اور شعر العجم میں جو غالباً فارسی شعرا کا سب سے آخری تذکرہ ہے اِسی بات کو دہرا دیا بلکہ مزا یہ ہے کہ غلام علی آزاد بلگرامی نے تذکرہ ید بیضا میں جو یہ ذکر کیا ہے کہ "مینے ابن یمین کا دیوان وال کی تقطیع تک دیکھا ہے" اسکی تردید بھی بلا دلیل اسطرح کردی کہ "غالباً یہ قطعات کا دیوان ہوگا" غالباً

۱؎ مضمار۔ اکھاڑا۔ گھوڑے دوڑانے کا میدان ۱۲

۲؎ نثر کا کلام مثل تر و تازہ گلاب کے ہوتا ہے ۱۲

۳؎ فاما مرعی آنکہ۔ لیکن یہ ملحوظ ہے کہ ۱۲

مولوی شبلی مرحوم نے تذکرہ مرتب کرتے وقت یورپ کے کتبخانوں کی فہرستیں ملاحظہ نہ فرمائیں اور نہ کتب خانہ بانکی پور کی جہاں (۵۲۸) صفحے کا کلیات ابن یمین موجود ہے۔ مولوی شبلی حیدرآباد میں برسوں رہے تھے کم از کم یہاں کے سرکاری کتب خانہ کی سیر فرما لیتے تو ابن یمین کا دیوان غزلیات ملجاتا یا ممکن ہے کہ اُسوقت دیوان مذکور کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہو۔ خیر ابن یمین کے کلام گم ہونے کا واقعہ ہم انکے ممدوحین کے ضمن میں اوپر بیان کرچکے ہیں کہ جنگ زاوہ[1] میں جو وجیہ الدین مسعود سربدار اور ملک معز الدین حسین کرت سلطان ہرات کے درمیان ۱۳ صفر ۷۴۳ھ ہجری کو ہوئی تھی ابن یمین۔ وجیہ الدین کے ہمراہ تھے جب اس کو شکست ہوئی۔ میدان میں بھاگڑ مچی تو انکا سامان بھی جسمیں دیوان بھی تھا کوئی لوٹ کر لیگیا اور اسطرح انکا کلام ضایع ہوگیا۔ جنگ مذکور کے بعد وہ چھبیس (۲۶) سال تک زندہ رہے۔ پس جو کچھ سابقہ کلام سے انکو یاد تھا یا کہیں دوستوں سے اسکی نقل ملسکی وہ لیکر اور نیز آئندہ چھبیس سال تک جو کچھ انہوں نے کہا اُس کو غرہ شوال ۷۵۳ھ ہجری میں ایک کلیات کی صورت میں مرتب کرلیا اور اسکے بعد وقتاً فوقتاً جو کچھ کہا اس میں درج کرتے گئے اس مجموعہ کے قبل انہوں نے ایک دیباچہ تحریر فرمایا جسکا اقتباس و ترجمہ[2] یہ ہے۔

"جب شعر کہتے ہوئے بہت دن گزر گئے اور اشعار مدون کرلئے گئے تو وہ نسخہ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے ساتھ
"رہا کرتا تھا اور اگر کوئی نظم نئی لکھی جاتی تو وہ بھی اُس میں چڑھا لیتا تھا۔ ناگاہ تقدیر یزدانی و قضائے ربانی"
"سے اس جنگ میں جو بتاریخ ۱۳ صفر ۷۴۳ھ ہجری شیخ الاسلام سلطان الاولیا مرشد السالکین شرف الدین"
"شیخ حسن جوری اور سلطان الاسلام شہنشاہ ہفت اقلیم وجیہ الحق والدین مسعود کی لشکر ہرات کے ساتھ ولایت"
خواف میں واقع ہوئی وہ نسخہ گم ہوگیا۔"

"بچنگال غارتگراں اوفتاد — وزاں پس ازو کس نشانے نداد"

"اسکے تلف ہوجانے سے جو رنج و افسوس مجھ کو ہوا اُس پر یہ قطعہ لکھا گیا۔"

"گر بدستاں بستد از دستم فلک دیوانِ من — آنکہ او می ساخت دیوان شکر یزداں با من است"

"اگرچہ دیوان گم شدہ اور اسکے مضامین کی ناقدان عبارت کے بازار اور صرافان سخن کی ٹکسال میں کچھ زیادہ"

---

[1] معمورہ نیشاپور میں خواف ایک ضلع ہے جسکے متصل قصبۂ زاوا میں یہ جنگ ہوئی تھی ۱۲

[2] یہ ترجمہ ہم نے ابن یمین کے ممدوحین کے زیر عنوان ملک معز الدین کرت کے حالات میں نقل کردیا ہے ۱۲

"قدر وقیمت نہ تھی۔ مگر جب بفضل خدا مجھ کو اُس ورطۂ خونخوار[1] سے نجات ملی اور میں اپنے بیت الحزن کو"

"واپس ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا:"

"دیرے است کہ اندیشۂ آں دارم باز ‌ ‌ ‌ گر دورِ فلک ندارد از کارم باز"

"کاشعار پراگندہ چو مفت اور نظم ‌ ‌ ‌ مانندۂ پروین بہ نظام آرم باز"

"القصہ سابق کے کلام کا کچھ حصہ معزز معاصرین کی بیاضوں اور نامور فاضلوں کے کشکولوں سے جمع کیا"

"اور اسکے بعد جو کچھ کہا گیا وہ بھی اُسمیں شریک کیا گیا اسطرح ایک دوسرا دیوان جیسا کہ ہونا چاہیئے ویسا"

"تو کیا مگر خیر جیسا ہو سکتا تھا ایک کتاب کی شکل میں اس طور پر مرتب کر لیا کہ اگر کوئی شخص اس دریائے"

"اشعار سے دُرِ شاہوار نکالنا چاہے تو بآسانی مقصد حاصل ہو جائے۔ اکابر عصر و مفاخر زمانہ کے کرم عمیم"

"سے اُمید ہے کہ اس تودۂ طومار کو اگر مطالعہ کا شرف بخشیں اور اس عروس کو اگر بغیر زیور کے پائیں تو عیوب"

"کی اصلاح سے بندہ کو ممنون فرمائیں اور دعائے خیر سے یاد کریں۔ مرقوم غرہ شوال سنہ ۷۵۳ ہجری"[2]

---

[1] ورطۂ خونخوار سے ابن یمین کی مراد اپنی گرفتاری سے ہے اُسوقت اُنکو یہ اندیشہ تھا کہ جس شخص نے انکو گرفتار کیا ہے وہی قتل کر دیگا یا ملک معز الدین انکو غنیم کی فوج کا ایک ہمراہی ہونے کے جرم میں قتل کرا دیگا۔۱۲

[2] اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن یمین کے دیباچہ کی اصل عبارت بھی جسکا ہمنے اقتباس کیا ہے یہاں نقل کر دیجائے تاکہ انکی فارسی نثر کا اندازہ بھی ہو جائے۔ (چوں روزگار دیر کشید و چند شعر بدرجہ تدوین رسید نسخہ آں در سفر و حضر مصاحب میداشت و اگر سخنے دیگر گفتہ می شد بر آں میافزود۔ ناگاہ از قضائے ربانی و تقدیر یزدانی در محاربے کہ شیخ الاسلام سلطان اولیاء اللہ مرشد السالکین الی الثواب منقذ الہالکین من العقاب شرف الدین شیخ حسن جوری قدس اللہ نفسہ و جعل حظیرۃ القدس رمسہ و سلطان الاسلام شہنشاہ ہفت اقلیم المؤید من السماء والمظفر علی الاعداء وجیہ الحق والدین مسعود صب اللہ علیہ السحاب رضوانہ اسکنہ بحبوحۃ جنانہ بالشکر ہرات در ولایت خواف در ماہ صفر ختم بالخیر والظفر سنہ ثلثہ و اربعین و سبعمائہ واقع شد۔ بہ چنگال غارتگراں او فتاد۔ و ازاں پس از وے نشانے نداد و در شرح تلہف و تاسف بر فقدان آں قطعہ گفتہ شد وھی:- گر بدستاں ببند از دستم فلک دیوان من ؛ آنکہ او می بایدش نسخہ از دیوان من است ؛ ہر چند نقد دیوان و کلمات آبدار در رستہ بازار ناقدان عبارت و صیرفیان معیار استعارات نیافتے عیارے و بیشتر مقدارے نبود فاما چوں بتفضل کردگار ساباں ورطۂ خونخوار خلاص یافتہ شد و با بیت الاحزان مراجعت کردہ آمد بر موجب الہام مشغوف با بیہ و دستورہ با دل گفتم رباعی دیرے است کہ اندیشۂ آں دارم باز ؛ گر دورِ فلک ندارد از کارم باز ؛ کاشعار پراگندہ چو مفت اور نظم ؛ مانندۂ پروین بہ نظام آرم باز ؛ القصہ بطول انجامید چندانکہ پیشتر گفتہ شدہ بود از جرائد افاضل نامدار و سفائن اماثل روزگار التقاط کردہ شد و آنچہ بعد از آں اتفاق افتاد بر آں الحاق کردہ آمد و دیوانے دیگر چنانکہ آید نہ چنانکہ باید در سلک کتاب منتظم گشت و نظر بر آنکہ تا ہر کہ در بحر آں اشعار ہوس دُرِ شاہوار غواصی کند باندک سعی بر مطلوب خود ظفر یابد و از مجہوب بہرہ ور گردد اساس آں بایاق (استیفا) (کہ گویا الف با باشد) نہادہ شد۔

کما تراہا انشاء اللہ وحدہ

متوقع از کرم عمیم و لطف جسیم اکابر عصر و مفاخر دہر آں است کہ چوں ایں مطولات بے طائلہ را بتشریف مطالعہ مشرف گردانند باصلاح معائب و اوضاح اطائب منتہائے بے منتہا بر جان بندہ نہند و بہ دعائے خیر مدد دہند و جرت ذالک فی غرہ شوال سنہ ثلث و خمسین و سبعمائہ والحمد لولیہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ علی نبیہ باطناً و ظاہراً"۔

عبارت مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ ۷۵۳ھ ہجری میں ابن یمین نے دوبارہ اپنا دیوان مرتب کر لیا تھا اور غالباً وقت وفات (۷۶۹ھ) تک جو کچھ کہا وہ اسمیں اضافہ کرتے گئے۔ پروفیسر براؤن صاحب نے باوجودیکہ بڑے محقق ہیں اپنی تاریخ ادبیات ایران جلد سوم میں ابن یمین کے دیوان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ مولوی خدا بخش خانصاحب مرحوم سابق چیف جسٹس حیدرآباد دکن کے کتب خانہ واقع بانکی پور کی فارسی فہرست سے جسکا نام محبوب الالباب ہے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانۂ مذکور میں (۳۳) جزو کا کلیات ابن یمین موجود ہے جسکے دیباچہ کے متعلق فہرست مذکور کے صفحہ ۵۵۴ - ۵۵۵ میں لکھا ہے کہ وہ خود ابن یمین کا لکھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے شاہان اودھ کے کتب خانہ کی جو فہرست مرتب کی تھی اور جسکی اصل کتب خانۂ آصفیہ واقع حیدرآباد دکن میں بھی ہے اسمیں بھی دیباچہ کلیات مدونہ ۷۵۳ھ ہجری ابن یمین کا لکھا بیان کیا ہے مگر انگریزی فہرست کتب خانہ بانکی پور مرتبہ مولوی عبد المقتدر صاحب مطبوعہ کلکتہ بنگال اسٹیٹ بک ڈپو ۱۹۰۸ء جلد اول سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ مذکور میں جو کلیات ہے وہ ۷۵۶ھ ہجری میں مرتب ہوا تھا اور اسپر ابن یمین کے کسی گمنام دوست کا لکھا ہوا دیباچہ ہے۔ قصہ مختصر ۷۵۳ھ یا ۷۵۶ھ کا مرتبہ کلیات ابن یمین اسوقت ہندوستان۔ انگلستان۔ ایران۔ جرمنی۔ وغیرہ کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہے۔ حیدرآباد میں بھی ابن یمین کا کلیات میرے علم میں ایک جگہ اور دیوان غزلیات تین جگہ ہے ۷۵۳ھ کے مرتبہ نسخہ میں ابن یمین کے آخر حیات تک کا کلام درج ہو گیا ہے اور اسمیں اُن سلاطین کے مدحیہ قصائد بھی موجود ہیں جو سال ترتیب دیوان ۷۵۳ھ سے وفات ابن یمین ۷۶۹ھ ہجری تک حکمراں رہے۔

اگرچہ زمانۂ قدیم میں واقعات کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچانے کے ذرائع مفقود یا بالکل ناکام تھے اور ابن یمین کو زمانہ کی ناقدر شناسی کی بھی شکایت تھی تاہم انکی زندگی ہی میں انکی شہرت دور تک ہو چکی تھی بڑے بڑے امرا و سلاطین کے درباروں میں انکا کلام پہنچ چکا تھا اور انکے نام نامی سے ایران و توران و عراق و عجم کے فرمانرواؤں کے کان آشنا تھے۔ اپنے کلام کی شہرت کے متعلق انکا یہ کہنا کوئی مبالغہ نہیں ہے۔

سراسر در جہانگیری چو شاہ اختران قادر ۔ عراق آوردہ زیر حکم و اقلیم خراسان ہم

اسی طرح اپنی قابلیت کے متعلق بھی انکا یہ دعوے محض شاعرانہ تعلی نہیں ہے۔

افزوں ز دو قرن است کہ تا خلق برانند ۔۔۔ کو بر فضلا ہست در آفاق مفضل

بڑے بڑے قابل اشخاص اصلاح کے لیئے اپنا کلام انکے پاس بھیجا کرتے تھے اور اپنی کتب و رسائل پر انسے دیباچے لکھوایا کرتے تھے۔ اس امر کا پتہ بھی چلتا ہے کہ وفات سے (۲۶) برس قبل ہی اُن کا مختلف کلام لوگوں کے پاس موجود تھا۔ چنانچہ دیوان گم ہوجانے کے بعد انہوں نے ایک دوست منوچہر نامی سے قطعۂ ذیل لکھکر اپنا کلام طلب کیا تھا۔

شرف دولت و دیں اشرف دیوان ہنر ۔۔۔ آں منوچہر کہ خطابت دہ مینوست سپہر
گفتہ چند و سہ دو شعرات گفتہ تو یافتہ ام ۔۔۔ آورم نزد تو روزے ز سر شفقت و مہر
از ورق رفت و نیابند دگر چہر برید ۔۔۔ او ہم از بندہ خود ابن یمین ہیچ سپہر

نیز انکے دیباچے سے یہ ثابت ہے کہ معاصرین و فضلائے عہد کی بیاضوں سے انہوں نے اپنا گم شدہ کلام فراہم کیا۔ قطعۂ ذیل سے یہ ثابت ہے کہ دور دراز مقامات کے باشندے بھی انکا کلام دیکھنے کے مشتاق رہتے تھے حتیٰ کہ بادشاہ سپاہان نے ایک مرتبہ اُنسے انکا کلام طلب کیا تھا اور انھوں نے اس قطعہ کیساتھ روانہ کیا۔

از آستانہ جاہ و جلال خسرو عہد ۔۔۔ خدیو کشور داد و دہش سپاہاں شاہ
مثال ممتثل آمد بہ بندہ ابن یمین ۔۔۔ کہ شعر خویش رواں کن بسوئے ایں درگاہ
کہ چار جزو ز اشعار خود فرستادم ۔۔۔ بآں نامۂ اعمال خویش کردہ سیاہ

اب ہم بطور اجمال انکے مختلف قسم کے کلام کی توضیح کرتے ہیں۔

قصائد

مصنف مرحوم ابن یمین نے سینکڑوں قصیدے لکھے ہیں جنہیں بجز چند قصائد کے جو حمد و نعت و منقبت و موعظت میں ہیں باقی تمام قصائد میں تخمیناً (۶۵) اشخاص کی مدح کی ہے جنمیں سے بعض مشہور امراء و سلاطین کا مجمل تذکرہ ہم اوپر کر آئے ہیں۔ قصائد کے مختلف اشعار اور مطلعات سے جو اس مضمون میں آگئے ہیں ابن یمین کی روانی کا اندازہ ہوسکتا ہے اور اسمیں شک نہیں ہے کہ وہ بہت بے تکلف اپنے خیالات قصائد میں ادا کرتے ہیں اور بڑے بڑے واقعات نہایت خوبی سے اختصار کے ساتھ نظم کر جاتے ہیں اس اعتبار سے انکے قصائد کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے البتہ بلند خیالی و معنی آفرینی جو انوری و ظہیر وغیرہ استادان قصیدہ کے کلام میں

پائی جاتی ہے اس سے انکے قصائد عموماً معری ہیں اور اس لحاظ سے انکا مرتبہ انوری و ظہیر کے بعد قرار دیا جا سکتا ہے اور اول درجے کا شاعر، قصیدہ گو، انکو نہیں کہا جا سکتا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ابن یمین میں بلند مضامین و معانی پیدا کرنے کی قدرت نہ تھی بلکہ سبب یہ تھا کہ ابن یمین کا زمانہ شاعری کے تنزل کا زمانہ تھا چنگیز خانی مغلوں نے ایران کو تہ و بالا کر رکھا تھا شاعروں کو اطمینان نصیب نہ تھا۔ شعر کی کچھ قدر بھی نہ تھی قابل و لائق افراد اسطرف رخ نہ کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آٹھویں صدی ہجری کی ابتدا سے (۶۹) سال تک یعنے سعدی کی وفات سے خواجہ حافظ شیرازی کی جوانی تک بجز ابن یمین کے شاعری کے کلبۂ تاریک کا روشن کرنے والا کوئی چراغ نظر نہیں آتا بقول رشید یاسمی یہی وہ شاعر ہے جسنے شعر گوئی کا تاج سعدی سے امانتاً لیکر انکے وارث حقیقی حافظ تک پہنچا دیا۔ میرے خیال میں اگر ابن یمین کو اطمینان کا زمانہ ملتا تو جو زور طبیعت انہوں نے قطعات میں دکھایا ہے وہی قصائد میں دکھاتے مگر اتفاق سے انکو ایسا زمانہ ملا اور یہ قاتل، ڈاکو، بے پڑھے سپاہیوں اور لٹیروں کی جو اپنے تئیں سلاطین و شہنشاہ کے لقب سے موسوم کرتے تھے۔ تعریف کرکے اپنا الو سیدھا کرتے تھے اور قصائد میں نازک خیالی و بلند پروازی دکھانا بھینسوں کے آگے بین بجانا سمجھتے تھے۔ زمانہ کا اثر شعرا پر بہت پڑتا ہے۔ نواب سعادت علیخاں والی اودھ کی صحبت سے انشاء اللہ خاں انشا جیسے علامہ کی قابلیت خاک میں ملگئی جسنے انکے کلام کو متانت کے رفیع زینے سے گرا کر ہزل و تمسخر کے گڑھے میں پہنچا دیا۔

اب ہم پھر وہی سلسلہ شروع کرتے ہیں ابن یمین نے بعض قصائد دوسرے اُستادوں کے قصیدوں کے جواب میں بھی تحریر کئے ہیں مگر یہ مضمون متحمل نہیں ہوسکتا ورنہ اُنکے قصائد کا مقابلہ کیا جاتا مدحیہ قصائد کے اشعار کا نمونہ ابن یمین کے حالات میں دکھایا جا چکا ہے۔ البتہ یہاں ایک قصیدہ جو موعظت میں ہے درج کر دینا بے محل نہ ہوگا:۔

قصیدہ در موعظت

ایہا الناس دل از کار جہاں برگیرید ۔۔ رستگاری طلبید در رہ داور گیرید
یا چو پروانہ درآئید بہ نور ظلمات ۔۔ ہر زماں شمع صفت سوز دل از سر گیرید
چہرہ در بوتہ اخلاص بہ کردار خلاص ۔۔ از تف آتش دل یکسرہ در زر گیرید

بگزرید از سرِ شر چوں زشما خیرے ہست	مبدءِ خیر بود آنکہ کم شر گیرید
خیزد از بحرِ معاصی گہرِ عیش ولیک	تا نگردید غریقش کم گوہر گیرید
ہر چہ از نیک و بد امروز نہاں می دارید	جملہ فردا بہ ظہور آید وکیفر گیرید
آخر کار چو ایں رہ بہ ذہبے می نرود	ترکِ ایں راہ کنید و رہ دیگر گیرید
دہقنت بر صفت اہلِ صفا پیشہ کنید	تا بتدریج برکشتہ خود بر گیرید
رہ بہ مقصد نہ برد ار نبود راہبرے	تا رسد راہ بہ مقصد پئے رہبر گیرید
رہبرے کو بود ایمن ز خطا در رہِ حق	جز پیمبر نبود۔ راہ پیمبر گیرید
مصطفیؐ ۔ آنکہ چو بر تربت یثرب گزرید	از چراغِ دلِ او شمعِ صفا در گیرید
وانکہ دانش بہ صفا ہست یکے شہرِ علوم	اندراں شہر در آئید و رہ در گیرید
مرتضیٰؑ ۔ را درِ آں شہر شناسید کہ اوست	آں کز و رسم و رہ شرعِ مطہر گیرید
رفعتِ منزلتش گر بہ یقیں نشناسید	اولیں پایۂ او طارمِ اخضر گیرید
کثرتِ علمِ وے از لفظِ سلونی دانید	زورِ بازوش قیاس از درِ خیبر گیرید
ہست چنداں ہنر او را کہ چو تعداد کنند	کمتریں منقبتش کشتنِ عنتر گیرید
اے عزیزان سخن بے غرض از ابنِ یمین	بشنوید و ہمہ بر خاطرِ انور گیرید
گر از تشنگی روزِ قیامت ترسید	دامنِ مرحمتِ ساقیِ کوثر گیرید
در زمینِ دل و جاں دانہ مہرش کارید	تا برکشتۂ خود ہر چہ نکوتر گیرید

غزلیات

دیوان کی عدم دستیابی کی وجہ سے ابن یمین کی غزلیات پر اگلے تذکرہ نویسوں میں سے کسی نے بصراحت رائے زنی نہیں کی مولوی شبلی نے شعر العجم میں تذکرہ ید بیضا مولفہ غلام علی آزاد بلگرامی سے حسب ذیل دو شعر نقل کرکے ریمارک کیا ہے کہ "واہ غزل میں کم مایہ نہیں"۔

زخود بیگانہ بودن در رہِ عشق	بہ آں معشوق طرح آشنائی است
سرمہ اے دیدہ ہر دم عشق غماز مرا	تا نسازد فاش پیش مردماں رازِ مرا

کتب خانہ آصفیہ میں جو انکا دیوان ہے اسکا حجم (۲۳۲) صفحہ ہے جسکے ہر صفحہ میں (۱۳) (۱۴) شعر ہیں

اسطرح تقریباً (۳۲۴۰) اشعار ہیں غزلیات جو مکمل دیوان میں درج ہیں اور جن میں رطب و یابس سب کچھ موجود ہے اسکی کمزور غزلوں کے متعلق مرزا علی اکبر خاں مدیر مدیشہ سیاسی طہران و اڈیٹر اخبار صور اسرافیل کو شبہ ہے کہ یہ شاید کسی دوسرے ابن یمین کی ہونگی مگر ملا مرشید یاسمی اسی خیال کی تردید کرتے ہیں۔

میرے مکرم دوست مولوی حکیم سید مظفر حسین صاحب صمیؔ دارد ارا ترحمیہ بھی جنکی نظر سے اکثر نایاب قلمی کتب گزر چکی ہیں ذکر کرتے تھے کہ انہوں نے ایک ایسا دیوان ابن یمین دیکھا ہے جسکی غزلیات میں ابن یمین کے کلام کی پختگی نہ تھی اور اس سے شبہ ہوتا تھا کہ وہ دیوان کسی دوسرے ابن یمین کا ہوگا مگر حقیقت یہ ہے کہ بجز محمود ابن یمین الدین فریومدی کے کسی تاریخ یا تذکرہ میں کسی اور ابن یمین کا نام نہیں دیکھا گیا اور یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ دو شاعروں کے وطن و ولدیت۔ نام کنیت اور تخلص سب باتیں ملجائیں یا کوئی شخص ایسے مشہور شاعر کی کنیت و تخلص اختیار کرکے۔ حقیقت یہ ہے کہ عام طور پر شعرا کے لڑکپن اور بڑھاپے کے کلام میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات پختہ کار شعرا کے ایک ہی زمانہ کے کلام میں بھی اسقدر مغائرت ہوتی ہے کہ جدا جدا دو شخصوں کا کلام معلوم ہوتا ہے نیز بعض اوقات معمولی شعرا سے کوئی ایسی نظم نکل جاتی ہے کہ بڑے بڑے اساتذہ اسکا جواب دینے سے عاجز ہوتے ہیں اور کبھی کسی پرانے اُستاد سے کوئی ایسی پھسپھسی نظم نکلجاتی ہے جس سے اُسکی اُستادی کو بٹہ لگجاتا ہے۔ ابن یمین نے ساٹھ ستر سال شاعری کی ہے۔ انکے کلام میں کیا کیا فرق ہوگا اسلئے ہم بھی مرزا علی اکبر خاں دہخدا اور مولوی سید مظفر حسین صبا کے شبہات کو کلام کے اس فرق پر ہی محمول کرتے ہیں اور اس بحث سے اب قطع نظر کرکے یہاں دو ایک غزلیں اور چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں جن سے انکے عارفانہ کلام کا رنگ معلوم ہوگا۔ ایک طرح جسمیں سعدی خسرو۔ صائب و عرفی وغیرہ نے بھی طبع آزمائی کی ہے اُس پر ابن یمین لکھتے ہیں۔

روزِ محشر عاشقا نرا با قیامت کار نیست	کارِ عاشق جز تماشائے جمالِ یار نیست
آرزوئے جانِ ما در ہر دو عالم وصل اوست	جز وصال او بہ ما چیزے دگر در کار نیست
از سر کویش اگر سوئے بہشتم می برند	پائے ننہم گر در آنجا وعدہ دیدار نیست
ہر طرف ہر سو کہ می بینم بسوئے این و آں	غیر آں دلدار ما چیزے دگر در کار نیست

سالہا ابن یمیں در بستر غم خفتہ است   اے طبیبا گوشۂ چشمے بریں بیمار نیست

یہ غزل بھی ملاحظہ ہو اسپر مصرع لگا کر خود ابن یمین نے تخمیس بھی کی ہے۔

تا چند عمر خویش بہ خوباں بسر کنیم   من بعد ما ز عشق مجازی حذر کنیم
ذرات کائنات حجاب جمال اوستا   آسے کشیم وایں ہمہ زیر و زبر کنیم
گفتم کہ چیست حال منت تا ابد نگفت   با وعدۂ وصال ترا در بدر کنیم
دیدار خود بہ ملک دگر وعدہ کرد یار   خیزید عاشقاں ہمہ عزم سفر کنیم
ابن یمیں حکایت دور و دراز چیست   عشق است ہر چہ ہست سخن مختصر کنیم

ایک غزل کا مطلع ہے۔

بادۂ رنداں ما در ساغر و پیمانہ نیست   مستی ایں مے پرستاں از مے و میخانہ نیست

ایک اور مطلع ملاحظہ ہو۔

سالہا شد کہ بسودائے تو سر می بازم   زاری سوزم و با درد و غمت میسازم

قطعات

ابن یمین کی شاعری کا مایۂ ناز حصہ انکے قطعات ہیں جنکی مقدار بقول ملا رشید یاسمی کلیات کا نصف حصہ یا پانچ ہزار اشعار ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جسنے اُن کو بالعموم تمام شعرائے ایران میں اور بالخصوص آٹھویں صدی ہجری کے اساتذہ میں ممتاز کر دیا ہے اور بقول پروفیسر اڈورڈ براؤن صاحب کے زندہ جاوید بنا دیا۔ تمام تذکرہ نویس اس پر متفق ہیں کہ ابن یمین قطعہ گوئی میں اُستاد ہیں۔ عموماً اہل ذوق جسطرح قصائد میں انوریؔ کو غزل میں سعدی کو مثنوی میں فردوسی کو اور رباعیات میں عمر خیام کو پیغمبر سمجھتے ہیں اسیطرح قطعہ کی نبوت ابن یمین پر ختم جانتے ہیں۔ صاحب تاریخ حبیب السیر لکھتے ہیں کہ انکے قطعات زباں زد آیات چھوٹے بڑوں کے دلوں پر کندہ ہیں۔ دولت شاہ کہتے ہیں کہ انکے قطعات بادشاہوں کے درباروں حاکموں، امیروں، وزیروں، اور فاضلوں کی مجلسوں میں نہایت قدر و منزلت سے پڑھے جاتے ہیں مولوی عبد الغنی خانصاحب فرخ آبادی اپنے مختصر تذکرۃ الشعرا میں فرماگئے ہیں " از عارفان کامل است در نظم قدرت بکمال داشت۔ مولوی شبلی شعر العجم میں لکھتے ہیں " انکا خاص رنگ اخلاقی شاعری ہے اور اسمیں بھی قناعت و خودداری انکا خاص حصہ ہے ان مضامین کو انسے بہتر آجتک کوئی ادا کر سکا

اور چونکہ انکا قال حال کی تصویر ہے اسلئے خاص اثر رکھتا ہے" انکے قطعات کی شہرت یورپ ایشیا کے بہت سے ملکوں میں ہے۔ ایران تو خیر انکا گھر تھا۔ انگلستان جرمنی۔ آسٹریا و ہندوستان میں یہ انہیں قطعات کی بدولت آج تک زندہ ہیں۔ انکی جسمانی حیات اسی برس میں ختم ہو گئی مگر روحانی زندگی پونے چھ سو برس سے قایم ہے اور باوجود ناقدری زمانہ امید ہوتی ہے کہ انکی یہ حیات بہت طول کھینچیگی بلکہ کیا عجب ہے جو بقائے دوام کی صورت اختیار کرلے۔ انکے قطعات کا ترجمہ جو جرمنی زبان میں بھی ہو چکا ہے ڈاکٹر ملشتا وسلرڈ ایک مشہور جرمن فارسی دان نے ترجمہ کرکے چھپوایا ہے اڈورڈ براؤن صاحب نے تاریخ ادبیات ایران جلد سوم میں اسکا ذکر کیا ہے ملا رشید یاسمی جو ایک نہایت وسیع النظر علامہ ہیں فرماتے ہیں کہ "میں ان کو پڑھکر پہچان نہ سکا کہ یہ ابن یمین کے کلام کا ترجمہ ہے" حقیقت یہ ہے کہ نظم کا ترجمہ نظم میں کرنا اور اس نظم کے جوش جذبات و خط و خال انکو مسخ نہ ہونے دینا بہت مشکل ہے تاہم ڈاکٹر موصوف نے حق قدردانی اہل ہند سے زائد ادا کردیا۔ ہندوستان میں اب سے کوئی تیس برس قبل میٹرک کے فارسی کورس میں انکے قطعات کا انتخاب تھا جس نے ہزارہا طلبہ کو ان سے روشناس کردیا تھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے ہندوستان میں انکے قطعات صرف دو مرتبہ شایع ہوئے ہیں ایک دفعہ ۱۸۶۵ء میں جماعت اشاعت علوم نے مطبع مظہر العجائب کلکتہ میں طبع کرائے تھے مگر یہ مجموعہ بہت ناقص و غلط تھا۔ دوسرا اڈیشن مطبع دار الاقبال بھوپال کا ہے جو باہتمام محمد جمال الدین خانصاحب مدار المہام ریاست طبع ہوا تھا۔ اسکا سنہ طبع ثبت نہیں ہے یہ بھی بہت ناقص ہے اور غلط چھپا ہے۔ اسمیں کچھ کم پانسو قطعات ہیں جنکے تخمیناً ڈھائی ہزار اشعار ہونگے اسطرح بمقابلہ کامل مجموعہ کے اسمیں بھی کوئی ڈھائی ہزار اشعار یا پانسو قطعے کم ہیں جس حالت میں کہ بڑے بڑے اساتذہ کی رائے انکے قطعات کے متعلق لکھی جاچکی ہے اب میں اس پر کچھ اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر اس قدر عرض کردینا مناسب سمجھتا ہے کہ ان قطعات کی خوبی و دلکشی نے میرے دل کو مسخر کرلیا ہے۔ اور حضرت ابن یمین سے مجھے ایک خاص محبت بلکہ عقیدت ہو گئی ہے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ بجز سعدی کے جسکا ثبوت آئندہ محاکمے سے ملیگا باقی تمام استادوں سے ان کے قطعات بہتر و برتر ہیں اور بعض قطعے تو ایسے ہیں جن کا جواب زبان فارسی میں نہیں ہے ملا رشید یاسمی فرماتے ہیں" ابن یمین اور انکے جانشین حافظ نے ایک ایک راستہ اپنے لئے اختیار کیا اور

باقی رہیں نااہلوں کے واسطے چھوڑدیں۔ حافظ نے غزل لی اور ابن یمین نے قطعہ۔ یہی فن قطعہ گوئی ہے جس نے ابن یمین کو آٹھویں صدی ہجری کے شعرا کا سرتاج بنادیا" اسمیں شک نہیں کہ اخلاقی قطعات میں انہوں نے نہایت اختصار وروانی کیساتھ عملی زندگی کے متعلق بے نظیر نکات بیان کئے ہیں۔ ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت بے تکلفی کے ساتھ قطعہ شروع کر دیتے ہیں اور ضروری تشبیہات وغیرہ دیکر ختم کر دیتے ہیں اگر آج کوئی شخص صحت کے ساتھ انکے قطعات طبع کرائے تو اخلاقی مسائل کا ایک بینظیر مجموعہ تیار ہوجائے علاوہ اخلاقی قطعات کے بہت سے قطعے روزمرہ کی ضروریات وواقعات کے متعلق ہیں اس قسم کی قطعہ نویسی میں اُن سے بڑھکر کوئی شخص قادر نظر نہیں آتا رقعے۔ شقے۔ تقاضے۔ یاددہی۔ مطالبات۔ معاہدہ۔ دستاویز وغیرہ وغیرہ نثر میں لکھنے کی بجائے وہ نظم میں اس اختصار وخوبی کے ساتھ لکھدیا کرتے تھے کہ ایک اعجاز معلوم ہوتا ہے اسی قسم کے قطعات کی بنا پر انکی سوانحعمری مرتب کرنے میں بڑی مدد ملی۔ بعض اوقات قطعہ میں وہ سیاسی مسائل نظم کر دیتے تھے اور انکی زبان سے نکلتے ہی لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا کرتے تھے۔ چونکہ مضمون بہت طول ہوگیا اسلئے قطعات قسم ثانی سے جو گزشتہ اوراق میں جابجا آچکے ہیں قطع نظر کرکے چند اخلاقی قطعے درج کئے جاتے ہیں۔

دولت و فقر کا مقابلہ

نیک ہمان است کہ می بگزرد — راحت تو محنت دوشین ما
خوردن تو مرغ مسمن و مے — بے نمکیں نانک[1] جوئین ما
خوان زر و صحنک سیمین تو — سیرزدہ[2] کاسۂ چوبین ما
قاقم و سنجاب ترا تکیہ گاہ — خار و خسک بستر و بالین ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر — بخیہ زدہ خرقۂ پشمین ما
زین زر و اسپک[3] تازیٔ تو — بورہ شدہ کفشک[4] چوبین ما

طبل قیامت چو یکایک زنند
آن تو کار آید یا این ما

[1] جو کی ٹکیا ۱۲ [2] لہسن کی بدبو کا ۱۲ [3] سرنگ ٹٹو ۱۲ [4] چھوٹا جوتا جسمیں پاؤں نہ سما سکے ۱۲

صبر کی کوئی حد بھی

گردش گردون دُوں آزادگاں را خستہ کرد
کو دلِ آزادہ کز زخمِ دِل مجروح نیست

در عنا تا کہ تواں بُردن بامید بہی
گر کسے را صبر ایوبؑ است عمر نوحؑ نیست

مسافت عمر

از کوئے حیات تا در مرگ
جز نیم نفس مسافتے نیست

ویں طرفہ کہ اندریں مسافت
گامے نہ نہی کہ آفتے نیست

گوشہ راحت

کنجے کہ درو کنجش اغیار نباشد
ہر کس ز تو و بر تو ز کس بار نباشد

رودے و سرودے و حریفے دو سہ یارے
باشد کہ عدد بیشتر از چار نباشد

رودے و شرابے و کبابے و ربابے
شرط است کہ ساقی بجز از یار نباشد

ایں دولت اگر دست دہد ابن یمین را
با ہیچ کسش در دو جہاں کار نباشد

بخت برگشتہ

طالعے دارم آنکہ از پئے آب
چوں روم سوئے بحر بر گردد

ور ز دوزخ طلب کنم آتش
آتش از یخ فسردہ تر گردد

قدمے چند گر بہ سبزہ نہم
سبزہ فی الحال نیشتر گردد

ور زمیں گر طلب کنم کفِ خاک
خاک فی الفور نرخ زر گردد

ور ز کوہ التماس سنگ کنم
سنگ نایاب چوں گہر گردد

گر کنم عرض حال پیش کسے
ہر دو گوشش بحکم کر گردد

ایں چنیں حالہاش پیش آید
ہر کز و روزگار بر گردد

بہمہ حال شکر ابن یمین
کہ مبادا ازیں بتر گردد

اہل کمال کی ناقدری کا سبب

با خرد گفتم اے مدبر کار
کس بدانش چو تو نشاں ندہند

چیست حکمت کہ از خزانۂ غیب
قوتِ یک شب بہ نیکواں ندہند

به خسیساں دہند نعمت و ناز — اہلِ دل را امانِ جاں ندہند
آنچه با حاسداں سفله دہند — با بزرگانِ خورده داں ندہند
گنجِ قاروں دہند دوناں را — با ہنر پیشه نیمِ ناں ندہند
ناکساں را دہند خرمنہا — برگِ کاہے به راستاں ندہند
مگساں را دہند شہد و شکر — به ہمایاں جز استخواں ندہند
عقل گفت ایں حدیث نشنیدی — ہر کرا ایں دہند آں ندہند

تلاشِ معاش

گفتند چو رزق ہست مقسوم — زحمت چه کشی ز بہرِ جستن
گفتم که بلے۔ ولے ازیں پیش — گشت است حوالئه معیّن
روزیِ تیکے به مصر و شام است — واں ہم دگرے به روم و ارمن
از بنده مبیں تو ایں تگاپو — کایں حکم خدائے راند بر من
بے ہیچ شکے نفاذ یابد — حکمے که کند خدائے ذوالمن

گنجِ قناعت

دو تائے ناں چو از گندم است یا از جو — دو تائے جامه گر از کہنه است یا از نو
به چار گوشهٔ دیوارِ خود به خاطرِ جمع — که کس نگوید ازیں جا بخیز و آنجا رو
ہزار بار فزوں تر به نزدِ ابنِ یمین — ز فرِّ مملکتِ کیقباد و کیخسرو

گوشۂ عافیت

کنجے و ہمدمے و کتابے و خورده — از بہرِ ذوقِ نفس ز تاج و سریر به
وز بہرِ سترِ جامهٔ پشمین و خرقه — از اطلسِ مُذہّب و شعرِ حریر به
وز بہرِ دفعِ تشنگی از کوزهٔ سفال — آبِ مباح سرد ز جامِ عصیر[1] به
حلوا و مرغ و تره اگر نیست گو مباش — صحبت چو ہست از ہمه نانِ فطیر به
وجهِ کفاف اگر بکف آید ز دہقنت — نزدِ خرد ز خدمتِ شاه و وزیر به

[1] شربت - شراب ۱۲

ننگ خدمت

زقطع راہ دراز امل غنی نشوی — بآستان قناعت گر مقام کنی
یکے دو گاو بدست آوری و مزرعہ — یکے امیر و دگر را وزیر نام کنی
اگر کفاف معاشت نہ گردد زین نیز — روی و نان جوین از یہود وام کنی
ہزار مرتبہ بہتر بہ نزد ابن یمین — کمر بہ بندی و بر مردکے سلام کنی

فنا و فرصت

اے دل آگہ نیستی کز پیکرت باد فنا — ناگہ انگیزد غبارے چون میان گرد گرد
زابر خذلان زہر بر تو ہر چون ریزان شود — ہر کہ دارد بر دطاعت جان ز دست بر دبرد
در مصیبت نالہ کم کن کین جزع ماند بدان — برہ را می برد گرگ و اشتلم میکرد کرد
ہر کرا بود اختیار و وقت فرصت فوت کرد — چون بہ مرد آن ناسپاس بے خرد نامرد مرد
ساقیا درمان ندارد خشک پیش روزگار — بادہ در دہ تا فرو ریزم ز روے زرد زرد
دم مزن ابن یمین از دہر کاین چہرہ با — بس امیر و پیشوا را اچھوا انہا خورد خورد

مصیبت

مثنویات

ملا رشید یاسمی ابن یمین کی صرف دو مثنویوں کی نشاندہی کرتے ہیں ایک آثار عشق" دوسری عوالم تصوف" مگر ان کو ابن یمین کے کلام کے ملحقات سمجھکر اور انہیں کوئی اہمیت نہ دیکھکر اظہار رائے نہیں فرماتے صرف ایک ایک شعر نمونۃً تحریر کر دیا ہے ۔ پہلی مثنوی کا مطلع یہ ہے ۔

حیرت ما بہ خویش افزوں کن — چہرہ را از نقاب بیروں کن

دوسری مثنوی اس شعر سے شروع ہوتی ہے ۔

طلب تا محرم اسرار گردی — بدآں مطلوب یار غار گردی

ملا رشید بہت ہی وسیع النظر شخص ہیں ممکن ہے کہ ان مثنویوں کے منسوب ہونے کے دلائل وہ رکھتے ہوں کتب خانہ بانکی پور کی انگریزی فہرست سے ظاہر ہے کہ وہاں کے نسخہ میں ایک مثنوی موسومہ "کارنامہ" بھی شریک ہے جس میں ابن یمین نے اپنے وطن فریومد کے خوشنما قدرتی مناظر دکھائے ہیں اور بعض اپنے اقارب و مشاہیر عصر کا ذکر کیا ہے ۔ اس مثنوی کا مطلع یہ ہے ۔

نسیم صبح جہاں تازہ کردی ‏ ‏ ‏ ‏ رسیدی لطف بے اندازہ کردی

یہ مثنوی ۱۴۱ ستہ ہ کی تصنیف ہے۔ اسکے متعلق ابن یمین فرماتے ہیں۔

زہجرت ہفت صد بود و چل و یک ‏ ‏ ‏ ‏ کہ اندک روزگارے نیک اندک
بدنیاں کارنامہ کس نگفت است ‏ ‏ ‏ ‏ بہ ایں شاخ کس چوں من نہ رفت است

اگرچہ اس مثنوی کی بحر تو وہی ہے جو طہرانی نسخہ کی دوسری مثنوی "عوالم التصوف" کی ہے مگر مضامین جدا معلوم ہوتے ہیں اور چونکہ اسمیں فخر یمین کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسلئے غالباً یہ مثنوی انہیں کی مصنفہ ہوگی اور ملحقات میں سے نہ ہوگی فہرست مذکور میں کئی اور مثنویوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ایک کا نام "کنز الحکمت" ہے اسکے مضامین اخلاقی ہیں اور مطلع یہ ہے۔

بنام خدائے کہ ہستی ازو است ‏ ‏ ‏ ‏ زبردستی و زیردستی ازو ست

دوسری کا نام "نصیحت بزرجمہر" ہے اور اسکا مطلع یہ ہے۔

شنیدم کہ میگفت بوزرجمہر ‏ ‏ ‏ ‏ بہ کسریٰ کہ اے شاہ پیروز چہر

اسکے علاوہ چھوٹی چھوٹی اور مثنویاں بھی ہیں اور کل مثنویات نسخہ متذکرہ کے سولہ صفحے میں آگئی ہیں۔

مرثیہ

ملا رشید نے کسی مرثیہ کا ذکر نہیں کیا۔ نسخہ موجودہ کتب خانہ بانکی پور میں کسی کا مرثیہ بھی درج ہے جسکی ابتدا اس شعر سے ہے۔

اے دوستاں زصحبت دنیا حذر کنید ‏ ‏ ‏ ‏ دنیا پلے است برسر آب پل گزر کنید

ترجیع بند

ملا رشید نے ترجیعات کا ذکر نہیں کیا۔ نسخہ دیوان موجودہ کتب خانہ آصفیہ میں ایک ترجیع بند ہے اسکے مضامین عارفانہ ہیں اور مسئلہ ہمہ اوست کی تفسیر ہے۔ اسکا مطلع یہ ہے۔

چو نور ذات در تابد ز ذرات ‏ ‏ ‏ ‏ دو عالم محو گردد در تجلی ذات

اس کا شعر ترجیع یہ ہے۔

مبیں در صورت و معنی بجز دوست ‏ ‏ ‏ ‏ اگر صورت و گر معنی ہمہ اوست

مستزاد

نسخہ موجودہ کتب خانہ بانکی پور میں ایک مستزاد ہے جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

کتب خانہ

با جمع بتان صحبت رنگیں چه خوش آید — در گلشن زیبا
در کاسهٔ زر بادهٔ رنگیں چه خوش آید — همچو گل رعنا

رباعیات

ناصر شبلی یاسمی فرماتے ہیں کہ جامع کلیات ابن یمین مرزا علی اکبر خاں کا خیال ہے کہ انکے کلیات میں جو پندرہ رباعیاں شامل ہیں انمیں سے کوئی بھی ابن یمین کی نہیں ہے" اسلئے انکے متعلق کچھ لکھا نہیں جاتا۔ نسخہ بانکی پور میں رباعیات کی تعداد تین سو سے زائد بیان کیگئی ہے۔ واللہ اعلم وہ سب رباعیات ہی ہیں یا قطعات بھی انمیں ملگئے ہیں دیوان موجودہ کتبخانہ آصفیہ میں بھی چند رباعیات شامل ہیں اکثر رباعیات میں ایسا دیکھا گیا ہے کہ غیر مشہور شعرا کی رباعیاں کسی مشہور شاعر کے نام سے موسوم اور اسکے دیوان میں درج ہوجاتی ہیں اسلئے کیا عجب ہے کہ مرزا علی اکبر خاں کی رائے ابن یمین کی نسبت صحیح ہو۔ بہر حال دیوان ابن یمین موجودہ کتب خانہ آصفیہ سے ایک رباعی یہاں نقل کیجاتی ہے۔ جسکی ہو اللہ تعالی اس کو جزائے خیر دے۔

دی آئینۂ خویش به صیقل دادم — روشن چو شده به پیش خود بنهادم
در آئینه عیب خویش چندان دیدم — کز عیب کسان هیچ نیامد یادم

معما

نسخۂ طہران میں چودہ پندرہ معمے بھی ہیں۔ انکا نمونہ ملاحظہ ہو۔ حکیم الدین طبیب کے نام کا معما ہے اس سے لفظ حکیم برآمد ہوتا ہے۔

چار حرف است نام آن دلبر — که درش قبله است مردم را
اول نام و ثانی و ثالث — خمس و نصف است و ربع چارم را

مخمسات

کلیات موجودہ کتب خانہ بانکی پور و دیوان موجودہ کتب خانہ آصفیہ میں چند مخمس بھی موجود ہیں جو انھوں نے اپنی ہی غزلیات کی تخمیس کی ہے۔

توارد و تتبع

دوسرے مشہور اساتذہ کے مثل ابن یمین بھی متقدمین شعرا کا تتبع کرتے تھے اور بہت سی نظمیں انھوں نے ایسی لکھی ہیں جنمیں انھوں نے اساتذہ سلف کے کلام کی توضیح یا ترجمہ کردیا ہے اس قسم کی تشریحات بعض اوقات اتفاقیہ طور پر واقع ہوجاتی ہیں اور ایک کا مضمون دوسرے سے لڑجاتا ہے جسے توارد کہتے ہیں مگر بدگمان لوگ اسکو سرقہ مضامین سے منسوب کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تشریح مضامین کا طریقہ قدیم الایام سے چلا آرہا ہے اور مختلف عہد کے

شعرا کے کلام میں ایسے بہت سے اشعار موجود ہیں جنکے مضمون کا ماخذ کسی اور کا شعر ہے یا جو دوسروں کے اشعار کی توضیح و ترجمہ و تضمین کی حیثیت رکھتے ہیں اسمیں شک نہیں ہے کہ ایسی صورتوں میں متقدمین شعرا کو ایک خاص قسم کی فوقیت و ترجیح حاصل ہوتی ہے اور وہ موجد و مخترع و متبوع خیال کئے جاتے ہیں اور پچھلے شعرا تابع و متبع یا مترجم وغیرہ۔ ابن یمین نے بھی بعض نظمیں عربی سے ترجمہ کر دی ہیں بعض میں دوسرے اساتذہ کا تتبع کیا ہے یا ان کے بیان کردہ مضمون کو پیرایہ بدلکر نظم کر دیا ہے مثالاً یہاں صرف ایک قطعہ پیش کرتے ہیں جسکا ماخذ مثنوی مولنٰنا جلال الدین رومی کے چند اشعار ہیں مولنٰنا کا زمانہ ابن یمین سے تقریبًا ایک سو برس قبل کا ہے۔ اور گو اس مضمون کی ایجاد کا سہرا مولنٰنا روم کے سر ہے مگر ابن یمین نے اس کو اپنی طرز میں ادا کر کے چار چاند لگا دئے ہیں۔ مولنٰنا روم کے اشعار یہ ہیں۔

از جمادی مُردم و نامی شدم	مُردم از نامی بہ حیوان سرزدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شدم
حملۂ دیگر بمیرم از بشر	تا برارم با ملائک بال و پر
از ملک ہم بایدم جُستن ز جو[1]	کل شئے ہالک الا وجہہ[2]
پس عدم گردم عدم چوں ارغنون[3]	گویدم انا الیہ راجعون

ابن یمین کا قطعہ ملاحظہ ہو۔

زدم از کتم عدم خیمہ بصحرائے وجود	وز جمادی بہ نباتی سفرے کردم و رفت
پس ازانم کشش طبع بہ حیوانی بود	چوں رسیدم بہ وے از وے گذرے کردم و رفت
بعد ازاں در صدف سینۂ انساں بہ صفا	قطرۂ ہستی خود را گہرے کردم و رفت
با ملائک پس ازاں صومعۂ قدسی را	گرد برگشتم و نیکو نظرے کردم و رفت
بعد ازاں رہ سوئے اُو بردم و چوں ابن یمین	ہمہ او گشتم و ترک دگرے کردم و رفت

[1] جستجو ۱۲

[2] بجز ذات خدا کی ذات کے سب چیزیں فنا ہونیوالی ہیں ۱۲ [3] ارگن باجا

مادہ ہائے تاریخ بعض مشہور اشخاص مثلاً وجیہ الدین زنگی - شیخ صدر الدین امیر یمین الدین - سلطان ابو سعید - علاء الدین محمد وزیر وغیرہ کی تاریخ وفات کے کوئی پندرہ قطعات کلیات میں ہیں اور انہیں بغیر حساب جمل کے باظہار سنہ و ماہ تاریخ نکالی ہے - ان تاریخوں سے دو ایک نمونے گزشتہ اوراق میں تحریر ہو چکے ہیں۔

ہجو ابن یمین ساٹھ برس سے زائد عرصہ تک شعر کہتے رہے اور صلہ و انعام کی امید میں قصائد و قطعات لکھے اس مدت میں بڑے بڑے منحوسوں سے انکو کام پڑا اور بہت سے کنجوسوں نے اپنے گھروں کی خاک اُن سے چھنوائی - انہوں نے بھی تقاضا و تاکید کرنے میں ادھار باقی نہ رکھا شکوے شکایتیں کیں - کبھی ہجو کی ہلکی سی دھمکی بھی دی مگر جس طریقہ سے کہ ایران کے شعرا ہجو کہتے ہیں انہوں نے کبھی کسی کی ہجو نہ لکھی البتہ انکے قطعات میں ہماری نظر سے ایک قطعہ گزرا جو ہر جھوٹے وعدہ خلاف عہدہ دار کی ہجو سمجھا جا سکتا ہے اور تا قیامت اس قسم کے لوگوں کے واسطے تازیانہ کا کام دیتا رہیگا فرماتے ہیں۔

اگر آزادہ افتد بر تو	بہ ناگہہ از قضائے دور گردو
مرا او را صبر ایوبی بباید	پس آنگہہ عمر نوح و مال قارون
کہ تا از خدمت تو آخر الامر	بہ خواری باز گردد دیدہ پر خون
ترا با این بزرگی تیسر بریش	ترا با این حکومت ... در ... ن

چوتھے شعر کے مصرعۂ ثانی میں جو دو لفظ متروک ہیں وہ دونوں سہ حرفی ہیں اور دونوں کاف سے شروع ہوتے ہیں - خلاف ادب ہونے سے قلم انداز کئے گئے۔

مناجات دیوان موجودہ کتب خانۂ آصفیہ کے آخر میں ایک مناجات ہے جسکا آغاز اس شعر سے ہوا ہے۔

بادشاہا عمر تبہ کردہ ام	نامۂ اعمال سیہ کردہ ام

گویا اس بزرگ شاعر نے اپنے اقوال کے متعلق بارگاہ خداوندی میں ایک معافی نامہ پیش کرکے قلمی و زبانی لغزشوں سے برئیت حاصل کرلی - اللہ تعالےٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور اُن کے طفیل میں اس سیہ کار کو بھی بخشے۔

محاکمہ قطعات ابن یمین و سعدی

اب قطعات ابن یمین و سعدی پر محاکمہ شروع کیا جاتا ہے۔ یہی ہمارا اصل موضوع تھا جسکے ضمن میں سوانح ابن یمین لکھنے کی ضرورت ہوئی۔ ہمنے بڑی کوشش و تلاش کے بعد دونوں کے کلام سے چند قطعے انتخاب کئے ہیں جو باعتبار مقابلہ تین قسم کے ہیں۔

(۱) جو قریب قریب ہم معنی و ہم مطلب ہیں۔

(۲) جنکے مطالب یکساں اور پیرائے مختلف ہیں۔

(۳) جن میں کسی خاص مضمون پر دونوں بزرگوں نے کچھ نصیحت کی ہے۔

ان تمام قطعات کا مقابلہ امور ذیل کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔

(۱) فصاحت و بلاغت و سلاست کسکے کلام میں زیادہ ہے۔

(۲) حسن بیان۔ طرز ادا۔ پیرایہ و اسلوب کسکا اچھا ہے۔

(۳) کسکا کلام عقلی اعتراضات سے مبرا اور کس کی نصائح موافق فطرت انسانی ہیں۔

(۴) کس کی صلاح و مناسب و رائے صائب ہے اور ہمارے لئے عملی زندگی میں کارآمد ہوسکتی ہے۔

(۵) جوش کس کے کلام میں زیادہ ہے۔

(۶) کسکی باتیں زیادہ تجربہ کی ہیں۔

(۷) استعارات و تشبیہات و تمثیلات کس کی اچھی ہیں۔

(۸) صنائع و بدائع لفظی و معنوی کسنے خوبی سے استعمال کی ہیں۔

(۹) ظرافت و شوخی جسکی چاشنی کلام کو مزے دار بنا دیتی ہے۔ کسنے خوبی سے برتی ہے۔

امور متذکرہ بالا کے لحاظ سے جو کچھ فرق دونوں کے کلام میں ہے وہ ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہوگا

	حاجت روائی	
بدہ مراد فقیراں بلطف تا بدہند	مراد ہا کہ تو از حضرت خدا داری	

ابن یمین

	اُمید خلق روا کُن بہ مکرمت کہ تو نیز	مقرراست کہ با خود اُمیدہا داری
سعدی	امید خلق بر آور چنانکہ بتوانی کہ گر ز پائے در آئی بدانی این معنی	بحکم آنکہ ترا ہم اُمید مغفرت است کہ دستگیری درماندگان چہ مصلحت است

ابن یمین پہلے شعر میں کہتے ہیں" مہربانی کرکے فقیروں کی مُرادیں پوری کردو تاکہ تمہاری مرادیں جو درگاہ خدا سے رکھتے ہو پوری ہوں" سعدی کہتے ہیں" جہاں تک تم سے ہوسکے لوگونکی اُمیدیں پوری کرو۔ کیونکہ تم بھی امید مغفرت رکھتے ہو"۔

دونوں شعروں کے مطلب و معنی قریب قریب یکساں ہیں مگر اب فرق دیکھنا چاہیے ابن یمین کہتے ہیں "بدہ مُراد فقیراں" سعدی کہتے ہیں" امید خلق برآور" ابن یمین نے "بدہ" کہا اور سعدی نے "برآور" یہ ظاہر ہے کہ امید کے لئے بہ نسبت دادن کے برآوردن زیادہ اچھا اور حاوی لفظ ہے ابن یمین نے "مُراد" لکھا ہے اور سعدی نے "اُمید" بہ نسبت "مُراد" کے "امید" کے معنی بہت وسیع ہیں۔ ابن یمین نے فقیروں کی تخصیص کردی سعدی نے "خلق" کہا ہے اور یہی لفظ اس موقعہ پر زیادہ مناسب ہے۔ ابن یمین نے "بلطف" کہا اور سعدی نے "چنانکہ بتوانی" گو لفظ "بلطف" اچھا ہے مگر اس سے اس امر کی تاکید نہیں پائی جاتی کہ لوگونکی مرادیں ہم کو ضرور پوری کرنی چاہئیں "چنانکہ بتوانی" سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگونکی حاجت روائی ہمارا فرض ہے۔ اتنے مقابلہ کے بعد ابن یمین کے شعر میں اب اسقدر حصہ باقی رہتا ہے "تا بدہند مرادہا کہ تو از حضرت خدا داری" اسکا جواب سعدی کا یہ مصرعہ ہے" بحکم آنکہ ترا ہم اُمید مغفرت است" جو بات ابن یمین نے ایک مصرعہ سے زائد میں کہی ہے .... سعدی نے اُسکو ایک مصرعہ میں بیان کردیا۔ ابن یمین کے شعر میں چار پانچ الفاظ سے جو معنی پیدا ہوتے ہیں سعدی کے صرف دو لفظ یعنے" اُمید مغفرت" وہی کام دیتے ہیں اور یہ کمال بلاغت ہے۔

دوسرے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں" مہربانی کرکے لوگوں کی اُمیدیں پوری کردو۔ کیونکہ ضرور ہے کہ تم کو بھی اُمیدیں ہوں"۔

اس شعر میں بہت ہی حشو و تکرار ہے جو مطلب پہلے شعر کا ہے وہی اسکا ہے ۔ بلکہ وہی الفاظ الٹ پھیر کے رکھدئے ہیں ۔ یہ بڑا نقص اور خلاف فصاحت ہے ۔

سعدی دوسرے شعر میں کہتے ہیں " جس وقت تم مصیبت میں پڑوگے اسوقت حقیقت معلوم ہوگی کہ عاجز و غنی مدد کرنے میں کیا مصلحت ہے "۔ اس شعر میں بہت اعلیٰ درجہ کی بات کہی ہے اور لوگوں کی حاجت رفع کرنے میں جو راز پوشیدہ ہے اُسے بہت اچھے اسلوب سے ظاہر کیا ہے ۔ محاورات " از پا درآمدن " اور " راز دست گرفتن " جو اس شعر میں ہیں اہیں صنعت تناسب بے تکلفی سے برتی ہے ۔

قناعت اور امداد ذاتی کی ترغیب

ابن یمین	تا من از خوان قناعت سیر گردم آز را منت رضوان نیرزد کوثر و باغ بہشت	بستہ ام از لقمۂ دوناں دہان خویشتن با د آب روئے خویش و بوستان خویشتن
سعدیؒ	ہم رقعہ دوختن بہ والزام کنج صبر حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است	کز بہر جامہ رقعہ بر خواجگاں نوشت رفتن بہ پائے مردئی ہمسایہ در بہشت

ابن یمین کے قطعہ کا مطلب ہے " جب سے مینے قناعت اختیار کی ہے کمینوں کے کھانے سے اپنا منہ بند کرلیا ہے ۔ عزت آبرو سے اپنے باغ میں رہنا بہتر ہے ۔ کوثر و بہشت اس قابل نہیں کہ انکے لئے رضوان کا احسان اٹھایا جائے "۔

سعدی فرماتے ہیں " پیوند پر پیوند ٹانکنا اور صبر کرکے ایک گوشہ میں بیٹھے رہنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ کپڑوں کے لئے امیروں کو رقعہ لکھا جائے ۔ پڑوسی کی مدد سے بہشت میں جانا خدا کی قسم عذاب دوزخ کی برابر ہے "

ابن یمین نے پہلے شعر میں چونکہ بالخصوص اپنی ہی قناعت کی کیفیت بیان کی اسوجہ سے شعر کی وسعت میں فرق آگیا اور لفظ " دوناں " کی تخصیص کردینے سے معنی بھی محدود ہوگئے سعدی نے اپنے شعر میں کسی شریف یا کمین کی تخصیص نہیں کی بلکہ لفظ " خواجگاں " کہا ہے جو بہت ہی بلیغ ہے اور نہایت مناسب موقع ہے ۔ عموماً فقیروں درویشوں اور غریبوں کی عادت ہوتی ہے کہ رقعہ کی آڑ میں سوال کرتے ہیں سعدی نے قناعت کی ترغیب میں کپڑوں کے لئے امیروں کے پاس رقعہ لکھنے کی ذلت کو تمثیلاً بیان کیا ہے اور یہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تمثیل ہے جس سے شاعر کا بہت بڑا تجر

ظاہر ہوتا ہے اس شعر میں لفظ "رقعہ" جو دو جگہہ لایا گیا ہے اسمیں صنعت تجنیس تام ہے۔

اب ابن یمین کے دوسرے شعر کو دیکھنا چاہیئے۔ اسمیں کئی نقص معلوم ہوتے ہیں اول یہ کہ کوثر و بہشت کا ذکر بطور مجاز کے نہیں بلکہ بطور حقیقت کے کیا۔ دوسرے یہ کہ باغ کو ایک ایسی چیز پر ترجیح دی جسکا پورا پورا تصور کرنے میں ہمارا دماغ قاصر ہے۔ تیسرا اعتراض عائد ہوتا ہے کہ اسوقت بہشت و کوثر موجود نہیں ہیں اور مجبورًا ہم کو اپنے "باغوں" پر ہی قناعت کرنی پڑتی ہے اور جب بہشت ملنے کا وقت آئیگا اسوقت کسی باغ و مکان کا پتہ بھی نہ رہیگا۔ چوتھے یہ کہ از روئے اعتقاد بہشت کا ملنا کچھہ زہد و تقوی اور کچھہ خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ رضوان کا اسمیں کچھہ دخل نہیں ہے "منت رضوان" اس شعر میں بالکل لغو بات ہے۔ شاعر کے خیال میں حصول جنت کے لیے منت رضوان کی شرط ہے جب یہ شرط ہی نہ رہی تو شعر بالکل مہمل ہوگیا۔ اسکے مقابلہ میں سعدی کا دوسرا شعر ہے اسمیں جس پیرایہ سے بہشت کو عذاب دوزخ کی برابر کہا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمثیلاً بطور مجاز بہشت و دوزخ کا ذکر کیا ہے۔ اس شعر میں امداد ذاتی یعنے سلف ہلپ کی ایک زبردست تعلیم ہے اور خوب ترغیب دیگئی ہے کہ جو کچھہ ہو وہ اپنے دم قدم سے ہو۔ اسکے علاوہ سعدی کا شعر بہت ہی پر جوش ہے اور لفظ "حقا" جو لایا گیا ہے اُس نے اور بھی جان ڈالدی ہے ابن یمین کے شعر میں جوش کم ہے۔

دنیا میں دل نہ لگانا اور وقت کو غنیمت سمجھنا

ابن یمین	یک دو روزے چو دریں کہنہ رباط افتادیم وقت دریاب کہ از بادہ کنوں جام پر است	دل درو می نتواں بست چو در دار مقام یاد ماند بہ کف آندم کہ تہی گردد جام
سعدی	بس بگردید و بگردد روزگار اینکہ دستت می رسد کارے بکن	دل بہ دنیا در نبندد ہوشیار پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار

ابن یمین اپنے پہلے شعر میں کہتے ہیں "ایک دو روز کے لیے جو ہم اس پرانی سرائے میں آپڑے ہیں یہاں اسطرح دل نہ لگانا چاہیئے جیسے کہ قیام کی جگہ لگاتے ہیں"۔ سعدی کہتے ہیں "زمانہ بہت گزر گیا اور ایسے ہی گزرتا رہیگا۔ عقلمند آدمی دنیا میں دل نہیں لگاتا" ابن یمین نے دنیا کو کہنہ رباط سے تشبیہ دی ہے سعدی نے کسی چیز سے تشبیہ نہیں دی مگر لفظ "بس بگردید" سے بہ نسبت کہنہ رباط کے دنیا کی زیادہ قدامت پائی جاتی ہے ابن یمین کے شعر میں کوئی لفظ ایسا نہیں

جس سے یہ ظاہر ہو کہ دنیا کے کاروبار آئندہ بھی ایسے ہی چلتے رہیں گے۔ سعدی کے شعر میں لفظ "بگردد" موجود ہے۔ ابن یمین نے دل نہ لگانے کی وجہ یہ بیان کی کہ ایک دو روز کیلئے ہم یہاں آگئے ہیں گو اسمیں مبالغہ ہی سہی تاہم معقول وجہ ہے۔ سعدی نے بھی یہی وجہ بیان کی ہے مگر بلا مبالغہ۔ شعر سے اخذ ہوتا ہے کہ بہت سے آدمی ہم سے پیشتر گزر چکے ہیں اور بہت ہمارے بعد گزرینگے یعنے دنیا ایک ایسی جگہ ہے جہاں لوگ آتے ہیں چلے جاتے ہیں پس ایسی جگہ عقلمند کو دل نہ لگانا چاہئے۔ ابن یمین کا شعر ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بجھی ہوئی طبیعت سے نکلا ہے برخلاف اسکے سعدی کا شعر بہت ہی پرجوش ہے۔ خصوصاً پہلا مصرعہ "بس بگردید و بگردد روزگار" نہایت ہی زوردار ہے۔

دوسرے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں کہ "وقت کو غنیمت سمجھو اب شراب سے پیالہ بھرا ہوا ہے پھر اُسوقت پچھتاؤ گے۔ جب ہاتھ میں ٹھیکرا رہجائیگا" استعارہ و تشبیہ کے پیرایہ میں یہ شعر بہت ہی اعلی درجہ کا ہے مگر اسمیں یہ نہیں بتایا کہ وقت کو غنیمت سمجھکر ہم کو کیا کرنا چاہئے سعدی اپنے دوسرے شعر میں کہتے ہیں "قبل اسکے کہ تم سے کچھ کام نہو سکے اُسوقت کہ ہاتھ پاؤں چلتے ہیں کوئی کام کر ڈالو" بمقابلہ سادہ نصیحت کے جب کسی کو خطاب کرکے نصیحت کیجاتی ہے تو بہت مؤثر ہوتی ہے اس شعر میں لفظ "اے" نے بہت لطف پیدا کر دیا اور گو اسمیں کوئی استعارہ و تشبیہ نہیں ہے مگر فصاحت و سلاست کے اعتبار سے ابن یمین کے شعر سے بڑھا ہوا ہے۔ خصوصاً لفظ "کارے" ایسا بلیغ واقع ہوا ہے جسکا جواب نہیں اور اسی نے وہ بات پیدا کر دی جو ابن یمین کے شعر میں نہیں ہے علاوہ اسکے الفاظ "نیاید ہیچ کار" میں صنعت ایہام ہے جس نے شعر میں ایک معنوی خوبی پیدا کر دی۔

کمینہ کے احسان اٹھانے سے اپنے اوپر تکلیف اٹھا لینا بہتر ہے

من و نفس عزیز و فقر و فاقہ بود جاں دادنم در آب خوشتر	نمی خواہم غنی گشتن بہ خواری ازاں کز غوک باید جست یاری	ابن یمین
صبر بر قسمت خدا کردن تشنہ بر خاک گرم مردن بہ	بہ کہ حاجت بہ ناسزا بردن کآب سقائے بے صفا خوردن	سعدی

پہلے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں " میں نفس عزیز اور فقر و فاقہ اچھا ہے۔ ذلت کیساتھ امیر ہونا پسند نہیں کرتا" سعدی کہتے ہیں " اپنی قسمت پر صبر کرنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ نالایق سے حاجت طلب کیجائے"۔

ابن یمین کا شعر بہت محدود ہے اور چونکہ بالتخصیص فقر و فاقہ کو ذلت سے امیر ہونے پر ترجیح دی ہے اسوجہ سے وسعت میں فرق آگیا برخلاف اس کے سعدی کے شعر میں دو لفظ بہت ہی جامع و بلیغ ہیں۔ پہلے مصرعہ میں "قسمت" اور دوسرے میں "حاجت" "قسمت" میں فقر و فاقہ مصیبت رنج و غم ضروریات دنیوی سب کچھ آگیا۔ اسیطرح لفظ "حاجت" کے معنی میں بھی بہت وسعت ہے سعدی کا شعر فصاحت و بلاغت میں ابن یمین کے شعر سے بڑھا ہوا ہے اور اس قابل ہے کہ موقعہ بموقعہ بطور ضرب المثل استعمال کیا جائے ابن یمین نے محض اپنے ہی فقر و فاقہ کا ذکر کر کے شعر کی وسعت گھٹا دی۔

دوسرے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں " مینڈکوں سے مدد طلب کرنے سے مجھے پانی میں ڈوب مرنا اچھا معلوم ہوتا ہے" اس شعر میں تمثیل بہت ناقص ہے۔ کیونکہ وجہ تمثیل ہی موجود نہیں ہے یعنے مینڈک مدد کرنے کی قوت نہیں رکھتے۔ اگرچہ مینڈک سے مراد کمینہ آدمی ہی سہی تو بھی بموجب قول شاعر جب مقدور کمینے سے مدد طلب کرنا برا ہے تو ایسے کمینے سے جسمیں مدد کرنے کی مطلق قدرت نہو اور بھی زیادہ ذلت ہے۔ سعدی دوسرے شعر میں کہتے ہیں " ناپاک سقہ کا پانی پینے سے گرم بھوبل پر پیاسا مرجانا بہتر ہے" اس شعر میں بظاہر مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر اہل زبان کا محاورہ ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر " مُردن بہ " کہدیتے ہیں۔

قانون قدرت اور احکام الٰہی کسیطرح نہیں ٹل سکتے

ابن یمین	بسعی از تو رونہ خواہد شد بہ قضا دادنت رضا اولے	ہر قضائے کہ ایزدی باشد گر نکوئی و گر بدی باشد
سعدی	قضا دگر نہ شود با ہزار نالہ و آہ فرشتۂ کہ وکیل است بر خزانہ باد	بہ شکر یا بہ شکایت برآید از دہنے چہ غم خورد کہ بمیرد چراغ بیوہ زنے

ابن یمین کے قطعہ کا یہ مطلب ہے کہ " جو قضا ایزدی ہوتی ہے وہ تمہاری کوشش سے دفع نہیں ہو سکتی

مناسب یہ ہے کہ خدا کے حوالہ کرو خواہ برائی ہو یا بھلائی ہو" سعدی کہتے ہیں "ہزار کوئی روپے پیٹے شکر کرے یا شکایت کرے مگر حکم خدا ٹل نہیں سکتا۔ جو فرشتہ کہ ہوا کے خزانہ کا داروغہ ہے اسکی بلا سے اگر کسی بیوہ کا چراغ بجھ جائے تو بجھ جائے۔

ابن یمین کے پہلے شعر میں لفظ "ایزدی" بھرتی ہے۔ محض قافیہ کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ "قضا" کے معنی بھی "حکم الہٰی" کے ہیں پھر ایزدی کے کیا معنے سعدی کا پہلا شعر بہت ہی بلیغ اور جامع ہے ابن یمین نے جو بات "ہر قضائے کہ ایزدی باشد از تو رد نخواہد شد" اتنی عبارت میں کہی ہے سعدی نے صرف چھوٹے چھوٹے تین لفظوں میں یعنے "قضا دگر نشود" میں ادا کردی یہ کمال بلاغت ہے ابن یمین کے شعر میں لفظ "سعی" گو بہت مناسب ہے مگر سعدی نے جو اسکی تشریح "نالہ و آہ و شکر و شکایت" سے کردی اس سے شعر کا لطف بہت بڑھ گیا اور ان الفاظ کے لئے سعدی کو کوئی مصرعہ یا شعر بڑھانا بھی نہ پڑا انھیں دو شعروں میں ان الفاظ کی بھی گنجایش نکال لی۔ ابن یمین نے دوسرے شعر میں نصیحت کی ہے کہ "جب حکم خدا کسیطرح ٹل نہیں سکتا تو مناسب ہے کہ خدا کے حوالہ کیا جائے" سعدی کا دوسرا شعر ایسا نہیں ہے مگر انکے پہلے شعر سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ دوسرے شعر میں سعدی نے ایسے اعلیٰ درجے کی تمثیل بیان کی ہے جس سے پہلے شعر کا لطف بدرجہا زائد ہو گیا فصاحت و جوش کے اعتبار سے بھی ابن یمین کے قطعہ پر سعدی کے قطعہ کو بے انتہا فوق ہے۔

دنیا میں ہم کو کسطرح زندگی بسر کرنی چاہیئے

پنج روزیکہ جہاں است چناں باید زیست وقت رفتن چو رسد نیز چناں باید رفت	با خلایق کہ کم و بیش ثنائے ارزد کہ ز بیگانہ و از خویش دعائے ارزد		ابن یمین
یاد داری کہ وقت زادن تو آنچناں زی کہ بعد مردن تو	ہمہ خنداں بدند و تو گریاں ہمہ گریاں بوند و تو خنداں		سعدی

ابن یمین کے قطعہ کا مطلب ہے "دنیا پنج روزہ ہے لوگوں کے ساتھ ہم کو اسطرح پیش آنا چاہیئے کہ کم و بیش تعریف کیجائے۔ چلنے کا وقت جب آئے تو اسطرح جانا چاہیئے کہ اپنے اور غیر سب دعا سے یاد کریں۔

سعدی کہتے ہیں "تم کو یاد ہوگا کہ جب تم پیدا ہوئے تھے اُسوقت سب ہنس رہے تھے اور تم روتے تھے

اب اسطرح زندگی بسر کرنی چاہیئے کہ تمہارے مرنے کے بعد سب روئیں اور تم ہنسو۔

ابن یمین کا پہلا شعر بہت اعلیٰ درجے کا ہے دوسرے شعر میں بہت حشو و تکرار ہے یعنے وہی بات جو پہلے شعر میں کہی ہے کیقدر پیچ کیساتھ اسمیں بھی بیان کردی۔ علاوہ ازیں "وقت رفتن" کی تخصیص اس جگہ فضول معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر بالفرض وقت رفتن سے ایام پیری یا قرب مرگ مراد لیجائے تو وہ وقت بھی ایام زندگی سے خارج نہیں ہوسکتے۔ برخلاف اسکے اگر یہی مطلب اسطرح ادا کیا جاتا "کہ دنیا چند روزہ ہے ہم کو اسطرح زندگی بسر کرنی چاہیئے کہ جب تک زندہ رہیں لوگ ہماری تعریف کریں اور جب مر جائیں تو دعائے خیر سے یاد کریں" تو بالکل کافی تھا۔

سعدی نے یہی نصیحت کی ہے مگر ان کو ایک نیا پیرایہ اور اچھوتا اسلوب ہاتھ لگا ہے انہوں نے اول ایک ایسے واقعہ کی یاد دلائی جس کو تقریباً ہر شخص بھولے ہوئے ہے اور پھر ایک معمولی بات سے ایسا عمدہ نتیجہ نکالا کہ خواہ مخواہ طبیعت پر اثر ہوتا ہے۔

دنیا میں سب طرح گزر جاتی ہے مکان بنانا فضول ہے

ابن یمین	جملہ با دور فلک یکسان است پس بہ بین ابن یمین تا کہ ترا	غم و شادی و خراب و آباد مصلحت چیست نہادن بنیاد	
سعدی	این ہمہ ہیچ است چوں می گزرد نام نیکو گر بماند زادمی	تخت و بخت و امر و نہی و گیر و دار بہ کزو ماند سرائے زرنگار	

ابن یمین پہلے شعر میں کہتے ہیں "شادی و غم آبادی و ویرانی دنیا میں سب یکساں ہیں" سعدی کہتے ہیں "اقبال و تخت، امر و نہی، سیاست و حکومت چونکہ سب گزر جانے والے ہیں اسلئے ہیچ ہیں"۔ ابن یمین نے شادی و غمی، خراب، آباد، چار چیزوں کو لکھا کہ یکساں ہیں مگر وجہ یکساں ہونے کی نہیں بیان کی۔ سعدی نے چھ زبردست چیزیں جو دنیوی لحاظ سے انسانی مراتب میں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہیں بیان کی ہیں۔ پھر انکو ہیچ کہا اور وجہ بھی ہیچ ہونے کی موجود ہے یعنے گزر جانیوالی ہیں سعدی کا شعر بہ نسبت ابن یمین کے شعر کے بہت ہی جامع و بلیغ ہے۔ علاوہ اسکے بمقابلہ لفظ "یکساں" کے "ہیچ" بہت زور دار ہے۔

دوسرے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں "پس ابن یمین دیکھ کہ مکان بنانے میں تیری کیا مصلحت ہے"

اس تعلیم پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بُرے بھلے گو ہر طرح گزر جاتی ہے مگر مکان بنانا تو انسان وحیوان دونوں کی زندگی کا لوازمہ ہے۔ بغیر اسکے چارہ نہیں۔ سعدی دوسرے شعر میں کہتے ہیں" اگر کسی آدمی کا نیک نام دنیا میں باقی رہے تو وہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ زرنگار محل چھوڑ مرے" سعدی نے مکان بنانے کی ممانعت نہیں کی مگر اُس سے زیادہ ضروری ایک بات سمجھا دی جو واقعی انسانی زندگی کا حاصل ہے علاوہ اس کے جوش وکیفیت کے اعتبار سے ان اشعار میں اور جو کچھ فرق ہے اُس کو ذوق سلیم ہی تمیز کر سکتا ہے۔

ظاہر پرستی

ابن یمین		خرقۂ پاکت چہ سود گر بدنت پاک نیست ہر کہ سبکبار نیست چابک وچالاک نیست		اے شدہ ظاہر پرست باطنت آباد کن رہ چو رہ آر چیست ترک گرانی بگیر
سعدی		بہر پندار خلق و نامہ سیاہ آستیں چہ دراز وچہ کوتاہ		اے بنا موس کردہ جامہ سفید دست کوتاہ باید از دنیا

ابن یمین کے اشعار کا مطلب یہ ہے کہ "اے ظاہر پرست اپنا باطن درست کر۔ جسم اگر پاک نہیں ہے تو خرقۂ پاک سے کیا فائدہ۔ لپک کر راستے پر آجاؤ۔ بھاری بھر کم بنا چھوڑ دو جو ہلکا پھلکا نہیں ہے وہ چست وچالاک بھی نہیں ہے۔ سعدی کہتے ہیں" لوگوں کے دکھانے کے لئے تمنے مکاری سے اپنا لباس سفید اور نامۂ اعمال سیاہ کر رکھا ہے۔ خواہشات دنیا سے ہاتھ کوتاہ کر و آستین لمبی رہی تو کیا اور چھوٹی رہی تو کیا"

ابن یمین کے قطعہ کی بحر بڑی ہے اور سعدی نے چھوٹی بحر اختیار کی ہے۔ اس حساب سے سعدی کے چاروں مصرعے ابن یمین کے تین مصرعوں کے برابر ہیں یعنے ابن یمین نے جس مضمون کو (۵۶) ارکان لفظی میں ادا کیا ہے سعدی نے صرف (۴۴) ارکان میں ادا کر دیا۔ آ دونوں بزرگوں کے اشعار کا تجزیہ ملاحظہ ہو۔ ابن یمین نے اظہار ریا کے لئے" شدہ ظاہر پرست" فرمایا۔ سعدی نے وہی مطلب لفظ "ناموس" سے نکال لیا۔ یہ ایسا حاوی لفظ ہے کہ اس میں اظہار مشیخت ووقعت اور پوزیشن سب موجود ہے۔ ابن یمین فرماتے ہیں" باطنت آباد کن" سعدی نے پہلے شعر میں ایسی کوئی ترغیب نہیں دی ہے مگر جس اسلوب سے نتیجہ ریاکاری ظاہر فرمایا ہے اس

صاف معلوم ہو رہا ہے کہ دل پاک کرنا چاہئے اور اس لئے اس نصیحت کی اس شعر میں کوئی کمی بھی نہیں معلوم ہوتی۔ ابن یمین نے نتیجہ ریا اس پورے مصرعہ میں ظاہر کیا ہے "خرقہ پاکت چہ سود گر بد نیت پاکی نیست" سعدی نے صرف تین لفظ "نامہ سیاہ کردہ" میں ظاہر کردیا۔ ابن یمین کے اس شعر میں تین مختلف افعال "کن۔ شدہ۔ نیست" آئے ہیں۔ سعدی نے صرف ایک فعل "کردہ" کے تحت میں "جامہ سفید و نامہ سیاہ" تحریر کئے ہیں اور اپنی صنعت تضاد بھی بڑی بے تکلفی سے استعمال کی ہے۔ ابن یمین کے اس شعر میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ظاہر پرستی آیا لوگوں کے دکھانے کی غرض سے ہے یا محض نمود و ترک کا خبط ہے اور اصل میں یہ غرض نہیں کہ لوگ اس کو اچھا سمجھیں برخلاف اسکے سعدی کے شعر میں لفظ "ناموس" نے اور اسکے ساتھ "بہر پندار خلق" نے یہ خیال واضح کردیا ہے کہ لوگوں میں اپنی مشیخت قائم کرنے اور ہوا باندھنے کے لئے ظاہر پرستی اختیار کرنے پر پھبتی کسی ہے۔

دوسرے شعر میں ابن یمین نے استعارہ و کنایہ کے پیرایہ میں راہ خلوص پر گامزن ہونے اور ظاہر پرستی ترک کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اور بطور نتیجہ یہ فرماتے ہیں کہ "جو بے لاگ اور بے لوث نہیں ہوتا وہ راہ خلوص بآسانی طے نہیں کرسکتا"۔ سعدی نے بھی استعارے استعمال کئے ہیں مگر وہ بہت عام فہم ہیں جن میں "دست کوتاہ و آستین کوتاہ و دراز" بڑا مزہ دے رہے ہیں۔ علماء و مشائخین اپنی عباؤں کی آستینیں چھوٹی رکھا کرتے تھے۔ خواجہ حافظ نے غالباً سعدی کے اسی شعر کو دیکھکر علمائے ظاہری پر یہ فقرہ کسا ہے۔

بزیر دلق ملمع کمندہا دارند	درازدستی ایں کوتہ آستیناں بیں

ابن یمین کے قطعہ میں بہ نظر سرسری کوئی نقص نظر نہیں آتا مگر سعدی کی فصاحت و بلاغت جو سعدی کا ہی حصہ ہے جسکا اندازہ اہل ذوق کرسکتے ہیں۔ ابن یمین نے ان دو شعروں میں سات افعال استعمال کئے ہیں اور سعدی نے صرف دو افعال کے تحت سب کچھ کہدیا۔

اسی مضمون پر سعدی کا ایک اور بھی قطعہ ہے جس میں ظاہر پرست علماء و مشائخین کے علاوہ شیخی باز مفلسوں کا بھی خوب خاکہ اڑایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اے درونت برہنہ از تقوے	کز برون جامہ ریا داری
پردہ ہفت رنگ را بگزار	تو کہ در خانہ بوریا داری

یعنے تمہارا دل تو پرہیزگاری سے خالی ہے ظاہرا خرقۂ مشیخت پہن رکھا ہے تمہارے گھر میں تو بوریا بچھا ہوا ہے اور دروازے پر سات رنگ کا پردہ لٹکا رکھا ہے۔ اسے نکال کر پھینکو۔

ہرکہ زود برآید دیر نپاید

ابن یمین

شنیدم کہ روزے درخت کدو	بہ بالائے سرو سہی بر دوید
بدو گفت سروا بہفتاد سال	ترا چرخ گرداں بدانجا کشید
رسیدم بیک ماہ کمتر کنوں	بجائے کہ قد بلندت رسید
جوابش چنیں داد سرو سہی	بہ نوعیکہ گوش خرد نشنوید
نیارد بجز تند باد خزاں	میان من و تو تفاوت پدید

سعدی

گویند بر کنار چنارے کدو بنے	بر رست و بر دوید و برآمد بروز بیست
پرسید از چنار کہ تو چند روزہ	گفتا بدان کہ سال مرا بیشتر ز سی است
خندید و گفت من ز قد تو بہ بست روز	بگذشتہ ام۔ بگو کہ ترا کاہلی ز چیست
دادش چنار پاسخ خوبے کہ درگزر	کامروز با توام نہ خصومت نہ داوری است
فردا چو بر من و تو وزد باد مہرگان	آنگہ شود پدید کہ نامرد و مرد کیست

ابن یمین کہتے ہیں " میں نے سنا ایک روز کدو کی بیل سرو پہ چڑھ گئی۔ اس سے کہا اے سرو ستر برس میں آسمان نے تجھکو وہاں تک پہنچایا۔ جہانتک تیرا قد بلند پہنچا ہے۔ وہاں میرا ایک مہینے سے بھی کم میں پہنچ گئی۔

سرو نے یہ جواب اس کو اس طریقہ سے دیا کہ گوش خرد نے بھی ایسا اچھا جواب نہیں سنا۔ خزاں کی تیز ہوا کے سوا مجھ میں تجھ میں کوئی چیز فرق ظاہر نہیں کر سکتی "

سعدی کہتے ہیں " ایک چنار کے قریب ایک کدو کی بیل اگی۔ بڑھی اور بیس دن میں اس سے اونچی نکل گئی اس نے چنار سے پوچھا تیری کیا عمر ہے۔ (چنار نے) کہا یہ سمجھو کہ تیس برس سے زیادہ مجھے ہو گئے (کدو کی بیل) ہنسی اور کہا میں بیس ہی دن میں تیرے قد سے اونچی ہو گئی تجھ میں یہ کاہلی کیوں ہے۔ چنار نے اس کو پیارے ذار جواب دیا کہ رہنے دے۔ آج میں تجھ سے کوئی بحث اور تکرار نہیں کرتا۔ کل جب ہم پر باد خزاں چلیگی اسوقت معلوم ہو جائے گا کہ مرد کون ہے

اور نامرد کون"

ابن یمین کے قطعہ کی بحر چھوٹی ہے اور سعدی کے قطعے کی بڑی لیکن اسقدر زاید بڑی نہیں ہے جتنا زائد مضمون سعدی نے اسمیں کھپایا ہے۔ کسی حکایت کی خوبی یہ ہے کہ مختصر عبارت میں تفصیلی واقعات بے تکلف ظاہر کر دئے جائیں۔ سعدی کے قطعے کی یہی کیفیت ہے۔ نہایت سلیس زبان میں کل سوال و جواب آگئے ہیں۔ اب لفظی مقابلہ و تشریح ملاحظہ ہو۔

ابن یمین نے حکایت کی ابتدا "شنیدم" سے کی ہے۔ سعدی نے "گویند" لکھا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ بیجان اشیاء یا حیوانوں کے متعلق جو حکایات بطور تمثیل بیان کیجاتی ہیں انکے لئے "مینے سنا" کی بجائے "کہتے ہیں" زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ لفظ شنیدم سے حکایت کی صحت کا زیادہ پہلو نکلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بالکل سچا واقعہ ہے اور شاعر نے خود اپنے کانوں سے یہ گفتگو سنی ہے اور اسطرح متکلم خود اسکے راویوں کے سلسلہ میں آجاتا ہے جو ایک خلاف واقعہ امر ہے۔ ابن یمین نے "روزے" لکھا ہے جو واقعات کے لحاظ سے بھرتی معلوم ہوتا ہے۔ سعدی کے قطعے میں اظہار وقت و واقعہ کے متعلق کوئی اس قسم کا لفظ نہیں ہے ابن یمین کے شعر میں "درخت کدو و سرو سہی" دونوں بغیر یائے وحدت کے لائے گئے ہیں اس سے معنوں میں کمی ہو گئی۔ سعدی نے "چنار و کدو بن" کیساتھ یائے وحدت استعمال کی ہے۔ جسکی ضرورت تھی ابن یمین نے "درخت کدو" تحریر فرمایا ہے اور سعدی نے "کدو بنے" اگرچہ دونوں نے کدو کی بیل کے لئے دو ہی لفظ استعمال کئے ہیں مگر سعدی کے دو لفظ ترکیب کے اعتبار سے ایک ہی مرکب لفظ ہے۔ نیز بمقابلہ "درخت کدو" کے "کدو بنے" زیادہ مختصر ہے اسمیں پانچ ارکان لفظی ہیں اور اس میں چار۔ پھر اسمیں بھی یائے وحدت شامل ہے۔ جسنے معنی میں اضافہ کر دیا۔ ابن یمین نے دوسرے شعر میں درخت کدو کی زبانی سرو کی عمر اسطرح ظاہر کر دی ہے گویا اس کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ وہ ستر برس کا ہے یہاں ضرورت سوال کی تھی۔ ابن یمین کے اس شعر میں الفاظ "چرخ گرداں" بھی بھرتی ہیں۔ ذرا سی الٹ پھیر میں ان الفاظ کے بغیر بھی معنی پورے ہو سکتے تھے ابن یمین کے چوتھے شعر کا دوسرا مصرعہ بجائیکہ "قد ملبندت رسید" حشو و تکرار ہے۔ یعنے اگر درخت کدو کے بیان کی نثر بنائی جائے تو تو یہ ہوگی۔

"بدو گفت سرو تا بهفتاد سال چرخ گرداں بدانجا کشید۔ کنوں کمتر یک ماه (بدانجا) رسیدم"

اسکے بعد مصرعہ مذکور کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ابن یمین کے دوسرے تیسرے شعر میں کدو کی جانب سے سرو کی عمر اور اپنے جلد بڑھنے کا ذکر ہے۔ سوال و جواب نہیں ہے۔ سعدی کے دوسرے تیسرے شعر میں درخت کدو کا استفسار چنار کا جواب۔ کدو کا اعتراض اور طنز و تعریض سب موجود ہے اور ان دو شعروں میں بڑا مضمون آگیا ہے۔

ابن یمین کے چوتھے شعر میں "سرو" کی صفت "سہی" کہا جا چکا تھا تو بار بار اسکے دُہرانے کی ضرورت نہ تھی۔ ابن یمین نے سرو کے جواب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے" بنوعیکہ گوش خرد نشنوید" جسمیں حد سے زیادہ مبالغہ ہے۔ سعدی نے "پاسخ خوب" کہا ہے اور یہ بالکل کافی ہے نہ یہ کہ ایسا جواب جو آج تک کسی عقلمند نے نہیں سنا۔ ابن یمین کا چوتھا شعر سرو کے جواب کی تعریف ہی تعریف میں ختم ہو گیا ہے۔ سعدی کے چوتھے شعر میں چنار کے جواب کی توصیف ایک مصرعہ سے کم میں کردیگئی اور چنار کے جواب کا ایک جزو بھی اُسمیں بیان کردیا گیا۔

ابن یمین نے پانچویں شعر میں سرو کا جواب ادا کیا ہے۔ جسقدر جواب ابن یمین کے اس شعر میں ہے اُس سے کسیقدر زیادہ مکمل جواب سعدی کے پانچویں شعر میں موجود ہے۔

دونوں صاحبوں نے بادخزاں کو فیصلہ کرنیوالا اور پردۂ حقیقت کا اٹھانیوالا تحریر کیا ہے لیکن سعدی کے شعر میں دو باتیں زائد ہیں ایک تو لفظ "فردا" جسکی یہاں سخت ضرورت تھی اور اسنے شعر میں ایک خاص زور پیدا کر دیا ہے۔ دوسرے یہ جملہ کہ "نامرد و مرد کیست" موقعہ کا اقتضا یہی تھا کہ ایک چھچھورے اور ہنس ہنسکر چھیڑنیوالے کو ایسا ہی دنداں شکن جواب دیا جاتا۔ صرف اسقدر کہدینا کافی نہیں ہے کہ مجھہ میں تجھہ میں جو فرق ہے وہ بادخزاں ظاہر کردیگی۔

نیک و بد کیساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے

کسیکه با تو نکوئی کند چو بتوانی — دراستمالت آں کوش و در مراعاتش

وگر بدی کند او را به روزگار سپار — که روزگار کند بهر تو مکافاتش

ابن یمین

سعدی

کسیکہ لطف کند با تو خاک پایش باش — وگر خلاف کند در دو چشمش افگن خاک
سخن بلطف و کرم با درشت خوئے مگو — کہ زنگ خوردہ نگردد مگر بہ سوہن پاک

ابن یمین کہتے ہیں "جو شخص تمہارے ساتھہ نیکی کرے جہاں تک ہو سکے تم اُسکی خاطر مدارات کرو اور اگر بدی کرے تو اس کو زمانہ کے سپرد کردو۔ زمانہ تمہاری طرف سے خود اس سے بدلہ لیگا"

سعدی کہتے ہیں "جو تمہارے ساتھہ مہربانی کرے تم اسکی خاک پا بنجاؤ اور اگر جھگڑا کرے تو اسکی آنکھوں میں خاک جھونکدو۔ بدطینت آدمی کیساتھہ نرمی و اخلاق سے بات مت کرو کیونکہ زنگ آلودہ چیز بجز سوہن کے اور کسیطرح صاف نہیں ہوسکتی"۔

ابن یمین کا یہ مصرعہ "کسیکہ با تو نکوئی کند"... ایک نامکمل جملہ ہے۔ سعدی کا مصرعہ کسیکہ لطف کند"... مکمل فقرہ ہے۔ جس سے پورے معنی نکلتے ہیں۔ ابن یمین نے شعر اول میں یہ بتایا ہے کہ نیکوں کے ساتھہ کسطرح پیش آنا چاہیئے۔ سعدی نے اپنے پہلے شعر کے صرف مصرعۂ اولی میں یہی مضمون ادا کر دیا اور اسطرح سعدی کا ایک مصرعہ ابن یمین کے ایک شعر کا مقابلہ کر رہا ہے ابن یمین نے نیکوں کے ساتھہ خاطر و مدارات کی نصیحت کی ہے سعدی کہتے ہیں کہ "خاک پایش باش" یہ بڑا بلیغ فقرہ ہے اور ان الفاظ میں معنا بڑی گنجایش ہے۔ استمالت و مراعات و لطف و کرم عاجزی و انکساری سب پر حاوی ہے۔

دوسرے شعر میں ابن یمین نے بروں کیساتھہ برتاؤ کرنیکا طریقہ سکھایا ہے سعدی نے پہلے ہی شعر کے مصرعۂ ثانی میں یہ مطلب ادا کر دیا ہے اور اس لحاظ سے سعدی کا یہ ایک مصرعہ بھی ابن یمین کے پورے شعر کا جواب ہے۔

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ دونوں صاحبوں نے کیا نصیحت کی ہے اور کس کی نصیحت قابل عمل ہے۔ اسبارہ میں دونوں متفق ہیں کہ نیک کے ساتھہ نیکی کرنی چاہیئے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ بروں کیساتھہ کیا برتاؤ کیا جائے؟ ابن یمین کہتے ہیں کہ "زمانہ کے حوالہ کرو"۔ سعدی کہتے ہیں کہ آنکھوں میں خاک جھونکدو" یعنے جیسے کو تیسا جواب دو ابن یمین کہتے ہیں زمانہ خود اُس سے بدلہ لیگا۔ سعدی کہتے ہیں "بدمعاش کیساتھہ سیدھی طرح بات بھی مت کرو" یعنے لاتوں کا دیو باتوں سے نہیں مانتا۔ ابن یمین کا ارشاد اگرچہ بہت ہی خلیقانہ ہے اور بظاہر اچھا اصول ہے

بُرے کیساتھ بُرا نہ بنے مگر ہر موقع پر یہ طریقہ کام نہیں دیسکتا ۔ علاوہ ازیں دنیا کے کام ایسی باتوں سے نہیں چلتے اس قسم کی نصیحت صرف کانوں ہی کو بھلی معلوم ہوتی ہے ۔ اسپر کاربند ہونا انسانی عادت اور نیز سیاست وحکومت کے خلاف ہے اور انصاف کا بھی یہ مقتضی نہیں ہے کہ شریر کی رسی ڈھیلی چھوڑ دی جائے ۔ بُرے کے ساتھ بُرائی کے ساتھ پیش نہ آنا گویا اوراسکی اعانت کرنا ہے انجیل شریف میں وارد ہے کہ " جو شخص تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تم دوسرا گال بھی اُسکے آگے کردو" مگر کسی پادری صاحب کو ہمنے اسپر عمل کرتے نہیں دیکھا ۔ اسمیں شک نہیں ہے کہ بعض اوقات بُروں کے ساتھ برائی کرنا خلاف مصلحت ہوتا ہے اور اگر کوئی کتا کاٹے تو اسکے جواب میں کاٹ کھانا انسان کا شیوہ نہیں ہے مگر اسکے ساتھ ہی انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے بُرے کو بغیر سزا دئیے چھوڑ دینا اُس سے بُرا ہے اور بالفاظ دیگر ظالم کی اعانت کرنا ہے اسلئے ضرورت اسکی ہے کہ جب ضرورت ہو تو ٹیڑھی انگلیوں سے گھی نکالے اور سانپ کا سر کچل دے ۔

حسد

اے دل آسودہ ہمی باش کہ باکے نبود صبر کن بر حسد حاسد و دلشاد بزی	گر بروئے تو حسودے بحسودی نگرد کاں بداندیش خود از رنج حسد جاں نبرد	ابن یمین
الا تا نخواہی بلا بر حسود چہ حاجت کہ با وے کنی دشمنی	کہ او بخت برگشتہ خود در بلاست کہ وے را چنیں دشمنے در قفاست	سعدی

ابن یمین کے قطعہ کا مطلب یہ ہے کہ " اگر کوئی حاسد تم سے حسد کرے تو کچھ اندیشے کی بات نہیں ہے تم بےفکر رہو ۔ حاسد کے کئے پر صبر کرو اور خوش رہو کہ وہ بداندیش خود حسد کے رنج سے جانبر نہ ہوگا " سعدی کہتے ہیں " خبردار ۔ تم حاسد کو تکلیف پہنچانے کا ہرگز خیال مت کرنا وہ بدنصیب خود مصیبت میں گرفتار ہے ۔ تم کو اُس سے دشمنی کرنے کی ضرورت کیا ہے ۔ اسکے پیچھے بہت بڑا دشمن لگا ہوا ہے ۔

ابن یمین نے پہلے شعر میں محسود کو بےفکر رہنے کی تاکید کی ہے مگر وجہ ظاہر نہیں کی کہ کیوں بےفکر رہے ۔ سعدی نے پہلے شعر میں یہ تاکید کی ہے کہ حاسد کو بلا میں مت پھانسو اور اسکی وجہ بھی بتادی کہ وہ خود ہی گرفتار بلا ہے ۔ اس اعتبار سے سعدی کا شعر ابن یمین کے شعر سے زیادہ معنی خیز ہے

ابن یمین نے دوسرے شعر کے مصرعۂ اولیٰ میں اُسی بات کا اعادہ کر دیا۔ جو شعر اول میں کہی تھی اس مصرعہ سے بجز تھوڑے سے لفظی تغیر کے کوئی خاص اضافہ معنے و مطلب میں نہیں ہوا لیکن بحیثیت مجموعی یہ پورا شعر مکمل شعر ہے۔ اسکے مصرعۂ اولیٰ میں حسد پر صبر کرنے اور خوش رہنے کی تلقین ہے اور مصرعۂ ثانی میں خوش رہنے کی وجہ بھی ظاہر کر دی گئی ہے کہ حاسد مرض حسد سے جانبر نہ ہو سکے گا۔ سعدی کا دوسرا شعر سرسری نظر میں پہلے شعر کا ہم مطلب معلوم ہوتا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس شعر میں مطالب کو ترقی دیگئی ہے اور پہلے شعر میں جو الفاظ تشریح طلب تھے انکی وضاحت کر دی گئی یعنے "بلا خواہی" کی تشریح اس مصرعہ سے کیگئی "چہ حاجت کہ با وے کنی دشمنی" اور "خود در بلاست" کی توضیح یوں کیگئی "کہ وے را چنیں دشمنے در قفا است" ابن یمین کے شعر کی بندش کچھ زیادہ چست نہیں ہے۔ پہلے شعر میں "حسودے بحسودی نگرد" اور دوسرے شعر میں "حسد حاسد" خلاف فصاحت ہیں۔ حسود کا کام حسودی ہے۔ اسیطرح "حاسد کا حسد" بھی ایک مہمل چیز ہے۔ اس قسم کے مضاف و مضاف الیہ اچھے نہیں سمجھے جاتے۔ سعدی کے قطعہ میں الفاظ "الا تا نخواہی" نے بہت زور پیدا کر دیا ہے۔ ابن یمین نے ان اشعار میں دو جگہ حاسد و حسود اور تین جگہ لفظ حسد تحریر کیا ہے سعدی نے ایک جگہ "حسد" استعمال کیا ہے۔ ورنہ ضمائر و بلا و دشمنی وغیرہ الفاظ سے حاسد و حسد کے معنے لئے ہیں۔ بار بار وہی الفاظ نہیں دُہرائے۔

تقدیر و تدبیر

ابن یمین

خدائیکہ بنیاد ہستیت داد
گل پیکرت را چہل بامداد
قلم را بفرمود تا بر سرت
نویسد کہ گوید ترا روز حشر
ندارد طمع رستن شاخ عود
چو از خط فرمانش بیروں نہ شد

بروزے الست اندر افگند خشت
بدست خود از راہ حکمت سرشت
ہمہ بودنیہا یکا یک نوشت
کہ ایں کار خوب است و آں کار زشت
ہر آنکس کہ بیخ شتر خار کشت
چہ اصحاب مسجد چہ اہل کنشت

غرورا شگفت آید از عدل او
کہ ایں را دہد دوزخ آں را بہشت

سعدی

اگر خدائے نہ باشد ز بندہ خوشنود — شفاعت ہمہ پیغمبراں ندارد سود
قضائے کن فیکون است حکم بار خدا — بدیں سخن سخنے در نمی تواں افزود
قلم بہ طالع میموں و بخت بد رفت است — اگر تو خشم کنی اے پسر دگر خوشنود
گنہ نبود و عبادت نبود و بر سر خلق — نبشتہ بود کہ ایں ناجی است وآں مردود
مقدر است کہ از ہر کسے چہ فعل آید — درخت مقل[1] نہ خرما دہد نہ شفتالود[2]
نہ زنگ عاریتی بود بر دلِ فرعون — کہ صیقلِ ید بیضا سیاہیش نہ زدود
نخواند و راہ نداد کجا رود بدبخت — بہ بست دیدۂ مسکیں و دیدنش فرمود

ابن یمین نے مسئلہ تقدیر و تدبیر کو ایک اعتراضی شکل میں نظم کیا ہے اور ایک بڑے مضمون کو عمدگی سے سات شعروں میں ادا کر دیا ہے۔ یہ قطعہ ابن یمین کے بہترین قطعات میں سے ہے اور بلحاظ بندش و تسلسل مضامین اسمیں کوئی نقص نہیں نکالا جا سکتا۔ سعدی کا قطعہ انکے دیوان طیبات کی ایک مسلسل غزل ہے جسکے دو شعر یہی ہیں۔

سعادتے کہ نہ باشد طمع مکن سعدی — کہ خود نگاشتہ باشند مشکل است درود
قلم بہ آدمی رفت اگر رضا بہ قضا — دہی وگرنہ دہی بودنی بخواہد بود

قطعات مندرجۂ بالا میں دونوں صاحبوں کے طرز ادا میں ایک بین فرق ہے اسلئے لفظاً مقابلہ نہیں ہو سکتا تاہم مطلب و مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ ابن یمین کے پہلے دو شعر تمہیدی ہیں اسلئے اُن کے متعلق کسی توضیح کی ضرورت نہیں ہے سعدی کے ابتدائی دو شعروں کو بھی تمہید ہی سمجھنا چاہیئے جسمیں شفاعت و احکام قدرت کے اہم و وقیع مسائل کے متعلق انہوں نے اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔

ابن یمین کے تیسرے شعر کے مقابلہ میں سعدی کا تیسرا شعر پیش کیا جاتا ہے۔ جسکا صرف پہلا مصرعہ ہی ابن یمین کے پورے شعر کا جواب ہے بلکہ جامعیت میں یہ ایک مصرعہ ہی ابن یمین کے سالم شعر سے بڑھا ہوا ہے۔ تشریح ملاحظہ ہو ابن یمین کہتے ہیں "قلم کو حکم دیا اور اُسنے تمام پیش آنیوالے واقعات تمہاری پیشانی پر لکھدئے" سعدی کہتے ہیں "نیکبختی و بدبختی قلمبند ہو چکی ہے" ابن یمین نے شدنی امور کی صراحت نہیں فرمائی اگرچہ لفظ "ہمہ" سے تعمیم پیدا ہو گئی ہے مگر نہ اسقدر جیسی کہ سعدی نے

[1] مقل ایک قسم کا میوہ ہے بیر کی شکل کا ۱۲
[2] شفتالود - شفتالو

" طالع میموں وبخت بد" سے پوری صراحت کردی اسکے بعد مصرعۂ ثانی میں تقدیر کے اٹل ہونے اور انسان کی مجبوری کا ذکر ہے۔

چوتھے شعر میں ابن یمین نے نیکی و بدی کے متعلق خدا کے مواخذہ کو نازیبا قرار دیا ہے یہ سعدی کے چوتھے شعر میں اس قسم کا کوئی اعتراض تو نہیں ہے مگر مطلب اُنکا بھی یہی ہے کہ " جسوقت کسی سے نہ گناہ سرزد ہوا تہا اور نہ کسی نے عبادت کی تھی اُسی وقت یہ طے ہوگیا تہا کہ یہ ناجی ہے اور وہ ناری" (ایسی حالت میں انسان کا کیا قصور ہے جو اس سے مواخذہ کیا جائے) غالبًا سعدی نے اس قسم کا بصراحت اعتراض کرنا سوء ادب سمجھکر قلم انداز کردیا۔ پانچویں شعر میں ابن یمین کہتے ہیں " جسنے کریل کا درخت بویا ہو وہ کیونکر امید کرسکتا ہے کہ اُس سے عود کی شاخ نکلے گی" سعدی فرماتے ہیں کہ " مقل کہ درخت میں نہ کہجور لگ سکتے ہیں نہ شفتالو" اس میں وسعت لفظی زائد ہے۔ وہاں صرف اس قدر کہا گیا ہے کہ " شاخ عود نہیں نکل سکتی" یہاں کہتے ہیں " نہ کہجور آسکتی ہے نہ شفتالو" علاوہ ازیں ابن یمین کا یہ شعر تمثیل ہی تمثیل میں ختم ہوگیا۔ برخلاف اسکے سعدی نے اول یہ دعوے کیا کہ " جو فعل کسی سے سرزد ہوتا ہے وہی اسکی تقدیر کا ثمرہ سمجھو" اسکے بعد دوسرے مصرعہ میں ایک تمثیل پیش کرکے اس دعوے کو ثابت کردیا۔ اس سند کو ارسال المثل کہتے ہیں اس سے شعر میں بڑا لطف پیدا ہوجاتا ہے۔

ابن یمین کے اس شعر کا ہم مطلب سعدی کا وہ شعر بھی ہے جو ہمنے قطعہ سے علیحدہ تحریر کیا ہے

سعادتے کہ نہ باشد طمع مکن سعدی	کہ خر دلنگ شستہ باشد مشکل است درو

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ابن یمین کے شعر سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ ابن یمین کے شعر میں کوئی دعوے نہیں ہے صرف تمثیل ہے اور سعدی کے اس شعر میں دونوں باتیں موجود ہیں چھٹے شعر میں ابن یمین فرماتے ہیں " جب خدائی کے احکام کی سب اتباع کررہے ہیں تو اہل مسجد و اہل کنشت دونوں برابر ہیں" سعدی چھٹے شعر میں کہتے ہیں " فرعون کے دل کا زنگ عارضی نہ تہا اسوجہ سے ید بیضا کی صیقل بھی اسکی سیاہی نہ کہرچ سکی" اگرچہ سعدی کا یہ شعر لفظی اعتبار سے ابن یمین کے شعر کے مطابق نہیں ہے۔ مگر سعدی نے ایک مشہور اہل کنشت کی مثال پیش کرکے یہ اشارہ کردیا کہ وہ بھی احکام تقدیر کی اتباع کررہا تہا۔ ساتویں شعر میں ابن یمین نے انصاف خداوندی پر سخت حملہ کرکے جزا و سزا کو غیر منصفانہ قرار دیا ہے۔ سعدی نے اپنے ساتویں شعر میں ایسی جرأت نہیں کی ہے مگر عجز انسانی کا

ایک ایسا دردناک منظر پیش کیا ہے جو ابن یمین کے صریحی اعتراض سے زیادہ موثر ہے۔ فرماتے ہیں۔
"بلا یا مگر آنے کو راستہ نہ دیا۔ بدنصیب کہاں جائے۔ غریب کی آنکھیں تو بند کردیں اور حکم دیا کہ دیکھ"
مذکورہ بالا مقابلہ سے چار باتیں ثابت ہوئیں۔
اوّل یہ کہ ابن یمین کے قطعہ میں مسئلہ جبر و تقدیر ایک مکمل شکل میں دکھایا گیا ہے سعدی کے قطعہ میں یہ بات نہیں ہے۔
دوسرے یہ کہ ابن یمین کے قطعہ کا ماخذ غالباً سعدی ہی کے اشعار ہیں اور اگر ایسا ہو تو بھی بوجہ تقدیم سعدی کو ابن یمین پر فوقیت ہے۔
تیسرے یہ کہ جو مضمون ابن یمین نے پورے ایک شعر میں باندھا ہے وہ سعدی نے ایک ہی مصرعہ میں نظم کردیا ہے جو کمال بلاغت ہے۔
چوتھے یہ کہ مذہبی نقطہ نظر سے اس مسئلہ کا ایسے پیرایہ میں بیان کرنا جس سے درگاہ الہی میں بے ادبی ظاہر ہوتی ہو۔ مناسب نہیں ہے[1]۔ اسی خیال سے حافظ فرماتے ہیں۔

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ　　تو در طریق ادب کوش گو گناہ من است

ملا رشید یاسمی مولف احوال ابن یمین اسی قطعہ کی بناء پر انکو مذہب کیجانب سے بدعقیدہ و بے پروا قرار دیتے ہیں۔

اقبال و دولت کو غنیمت سمجھنا اور کچھ اچھا کام کرلینا

ابن یمین	چو روزگار بکام تو گشت و دولت یار مباش یک نفس از کار خویشتن غافل	بکوش تا دل آزادہ بدست آری مگر کہ فرصت امکان ز دست بگذاری
سعدی	ہر نوبتے نظر بہ یکے میکند سپہر بیخے نشاں کہ دولت باقیست بردہد	ہر مدتے زمیں بہ یکے میدہد اماں کایں باغ عمر گاہ بہار است و گہ خزاں

ابن یمین کے قطعہ کا مطلب ہے "جب زمانہ تمہارے موافق ہو اور دولت تمہارا ساتھ دے تو اس بات کی کوشش کرو کہ کسی آزاد کا دل خوش کردو۔ اپنے کام سے ایک منٹ بھی غافل مت رہو ایسا نہ ہو کہ

[1] مسلمان علماء نے مسئلہ جبر و اختیار کی گتھی کو بہت اچھی طرح سلجھا دیا ہے جس سے عجز انسانی و قہر کبریائی کے متعلق تمام شکوک رفع ہوجاتے ہیں چونکہ یہ موقع اس بحث کے چھیڑنے کا نہ تھا اسلئے ہم نے خامہ فرسائی نہ کی ۱۲

موقعہ ہاتھ سے نکل جائے"۔

سعدی کہتے ہیں کہ " آسمان کبھی کسی پر نظر عنایت کرتا ہے اور کبھی کسی پر۔ زمین کبھی کبھی کو امن دیتی ہے اور کبھی کسی کو۔ چونکہ عمر کے باغ میں کبھی بہار ہے اور کبھی خزاں۔ اسلئے تم کوئی ایسا درخت لگاؤ جسکا پھل دولت باقی ہو" خلاصہ یہ کہ کبھی کوئی اقبالمند ہوتا ہے اور کبھی کوئی۔ خدا جب تم کو صاحب نصیب کرنے تو ایسا کام کرو کہ رہتی دنیا تک تمہارا نام رہے۔

ابن یمین نے اقبال واقتدار کے وقت کسی آزاد کا دل خوش کرنے کی نصیحت کی ہے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اس موقعہ پر ضرورت تھی کہ اس سے زیادہ اہم بات کی ترغیب دیجاتی۔ دوسرے شعر میں بہت ہی خودغرضی کی تعلیم ہے۔ مدعا یہ ہے کہ ایک منٹ بھی اپنی غرض سے مت چوکو۔ اپنا ہی بھرنا بھرتے رہو اور اپنے ہی توج کی خیر منائے جاؤ۔

اب اسکے مقابلہ میں دیکھئے سعدی نے کیا اعلیٰ درجے کی نصیحت کی ہے کہتے ہیں کوئی ایسا درخت لگاؤ جسکا پھل دولت باقی ہو یعنے کوئی قومی کام یا ہمیشہ رہنے والی نیکی کا کام کرو تاکہ رہتی دنیا تک تمہارا نام رہے۔ اس شعر میں "دولت باقی" بہت ہی اچھے الفاظ ہیں۔ یہ قطعہ اسقدر جامع ہے کہ اسکا ہر مصرعہ ایک ایک شعر کی حیثیت رکھتا ہے دو شعروں میں اتنا بڑا مضمون باندھنا سخت دشوار کام ہے علاوہ اس کے مقابلہ ابن یمین کے قطعہ کے بلحاظ عمدگی طرز بیان مناسبت الفاظ اور جوش ہر پہلو سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

ابن یمین	باغبانے بنفشہ می انبود	گفتم اے کوزہ پشت جامہ کبود
	چہ رسیدست از زمانہ ترا	پیر ناگشتہ در شکستی زود
	گفت پیراں شکستہ دہر اند	در جوانی شکستہ باید بود
سعدی	چہ سود از دزدی انگہہ توبہ کردن	کہ نتواند کمند انداخت برکاخ
	بلند از میوہ گو کوتاہ کن دست	کہ کوتہ خود ندارد دست بر شاخ

ابن یمین کے قطعے کا یہ مطلب ہے کہ۔ ایک مالی بنفشہ لگا رہا تھا میں نے اس سے پوچھا اے نیلے کپڑے والے کبڑے زمانہ کے ہاتھوں تجھے ایسا کیا صدمہ پہنچا کہ بڑھاپے سے قبل ہی تو بڈھا ہوگیا۔ اس نے جواب دیا جوانی میں ٹوٹا ہوا (عاجز) رہنا چاہیے ورنہ بڑھاپا تو خود ہی عاجز کر دیتا ہے" اس قطعہ کے پہلے شعر میں کوزہ پشت کی صفت "جامہ کبود" بالکل بھرتی ہے اور آخر شعر میں باغبان کا جواب محض لطیفہ ہے

عاجزی ظاہر کرنے کے لئے کپڑا بنجانا جھوٹی نمایش ہے ۔ عجز وانکساری اور ممنوعات سے پرہیز کرنا دل پر منحصر ہے نہ کہ جسم پر اگرچہ بعض اوقات ظاہر پر باطن کا قیاس کیا جاسکتا ہے مگر یہ تمثیل ایسی نہیں ہے سعدی کہتے ہیں ۔" چوری سے اُسوقت توبہ کرنے سے کیا فائدہ ۔ جب محل پر کمند ڈالنے کی قوت ہی نہ رہے ۔ لمبے آدمی سے کہو کہ میوہ نہ توڑے ۔ ٹھنگنے آدمی کا ہاتھ تو خود ہی شاخ تک نہیں پہونچ سکتا ابن یمین نے جو بات تین شعروں میں بھی صاف طور پر نہیں کہی ہے ۔ سعدی کے دونوں شعروں میں علحدہ علحدہ وہی بات موجود ہے علاوہ اسکے مثالیں نہایت ہی عمدہ ہیں سعدی کا ایک شعر اور بھی اسی مطلب کا موجود ہے ۔ جو جامعیت کے اعتبار سے ابن یمین کے پورے قطعہ کا جواب ہے ۔ کہتے ہیں ۔

جوان گوشہ نشیں شیر مرد راہ خدا ست ۔۔۔ کہ پیر خود نتواند ز گوشہ برخاست

مطلب یہ ہے کہ جو شخص جوانی میں گوشہ نشینی اختیار کرے اُسے سمجھو کہ خدا کی راہ کا شیر ہے ورنہ بڑھاپا تو خود ہی کونے میں بٹھا دیتا ہے ۔

بڑھاپے کی شادی

ابن یمین	گفتمش ترک ایں ہوس خوشتر با جوانیش یک نفس خوشتر جنس با جنس ہم قفس خوشتر	پیر مردے زن جواں می خواست زانکہ از عمر جاوداں با پیر گرچہ مرغند جملہ مرغاں لیک
سعدی	خیال بست بہ پیرانہ سر کہ گیرد جفت	شنیدہ ام کہ دریں روزہا کہن پیرے . . . .

ابن یمین کے قطعہ کا مطلب یہ ہے کہ " ایک بڈھا آدمی جوان عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا ۔ میں نے اُس سے کہا کہ یہ ہوس ترک کردینا ہی مناسب ہے کیونکہ جوان عورت کو کسی بڈھے کیساتھ عمر بھر رہنے سے جوان کیساتھ ایک منٹ گزارنا بھلا معلوم ہوتا ہے ۔ اگرچہ تمام پرندے پرند ہی ہیں مگر ہر جنس اپنی ہم جنس کے ساتھ ہی پنجرے میں رہنا پسند کرتی ہے ۔

سعدی کا قطعہ بہ مصلحت ہم نے پورا نہ لکھا ۔ اکثر اہل ذوق کو یہ قطعہ یاد ہے جن صاحبوں کے

خیال میں ہو وہ گلستان کے چھٹے باب میں ملاحظہ فرمالیں اور مقابلہ کریں ابن یمین کا قطعہ اُس کا پاسنگ بھی نہیں ہے ۔ ممکن ہے بعض صاحب یہ کہیں کہ سعدی نے اس قطعہ میں خلاف تہذیب مضمون باندھ دئیے ہیں جسکی وجہ سے ہر موقعہ پر اس کے لکھنے پڑھنے میں تامل ہوتا ہے مگر بعض موقعے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ واعظ و ناصح کو دائرہ تہذیب سے باہر ہوجانے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ یہ موقع بھی ایسا ہی تھا اگر سعدی دستور العمل زندگی یعنے گلستاں میں یہ مضمون نظر انداز کرجاتے تو اخلاق و معاشرت کا ایک بڑا پہلو تاریکی میں رہ جاتا ۔ خلاصہ یہ کہ سعدی نے سات شعروں میں وہ وہ مضامین استعارہ و کنایہ کے پیرائے میں ادا کئے ہیں کہ انکی تشریح کے لئے ایک دفتر درکار ہے ۔ بڑے بڑے قصے ناول اور ناٹکیں اسپر مرتب ہوگئی ہیں

روزی سے مطمئن اور موت سے بےخوف رہنا

ابن یمین	چوں رسد روزی بوقت خویشتن بے اجل چوں کس نخواہد مرد نیز	زحمت جستن چرا بر خود نہی نیست غم گر تن بر آتش می دہی
سعدی	رزق ہر چند بیگماں برسد گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد	شرط عقل است جستن از درہا تو مرو در دہان اژدرہا

ابن یمین کہتے ہیں "چونکہ روزی اپنے وقت پر آپ پہونچ جاتی ہے پھر تم تلاش کی تکلیف کیوں گوارا کرتے ہو ۔ بغیر موت کے چونکہ کوئی مر بھی نہیں سکتا اسلئے اگر تم آگ میں بھی کود پڑو تو بھی کچھ ڈر نہیں ہے"
سعدی کہتے ہیں "اگرچہ رزق بیشک پہونچیگا مگر شرط عقل یہ ہے کہ جا بجا تلاش بھی کرو ۔ بے موت کے اگرچہ کوئی مرتا بھی نہیں مگر تم خود تو اژدہے کے منہ میں مت جاؤ"

ابن یمین کا قطعہ عقل و مذہب کے خلاف ہے پہلے شعر میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ توکل کی تعلیم ہے مگر جو لوگ اسی کو توکل سمجھے ہوئے ہیں کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے کونے میں بیٹھے رہیں خدا اُن کو رزق پہونچا دیگا انکا خیال ایک حد تک درست نہیں ہے سعدی کا شعر مذہب و عقل کے موافق ہے خدا نے قرآن مجید میں ہر ذی حیات کے لئے روزی کا وعدہ فرمایا ہے مگر اسکے ساتھ تلاش کی شرط لگی ہوئی ہے ابن یمین کے دوسرے شعر پر بھی اعتراض عائد ہوتا ہے ۔ خدا فرماتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں مت پڑو ۔ اور عقل کے بھی خلاف ہے اگر کوئی شخص جو ہے بہتا

میں گر پڑے آگ تو خواہ مخواہ اسکو جلائے گی ۔ بمقابلہ ابن یمین کے سعدی کی رائے ہمارے لئے عملی زندگی میں ہر طرح مفید ہے سعدی کے قطعے میں لفظ "از درہ" اور "از درہ" میں تجنیس مرکب خطی کی ایک عمدہ مثال ہے ۔

انسان کبھی دنیا سے سیر نہیں ہوتا

ابن یمین	طبع انسانی بر اں مقصور شد کہ تواں کردن سبوے پر ز آب	کوز دنیا می نخواہد گشت سیر کانچہ از بالا در آید شد ز زیر
سعدی	آں شنیدستی کہ در صحرائے غور گفت چشم تنگ دنیا دار را	بار سالارے بیفتاد از ستور یا قناعت پر کند یا خاک گور

ابن یمین کہتے ہیں "انسانی طبیعت میں یہ نقص واقع ہوا ہے کہ دنیا سے کبھی سیر نہیں ہوتی اسے اُس گھڑے کو پانی سے کیونکر بھر سکتے ہیں جس میں اوپر سے ڈالیں اور نیچے سے نکلجائے" ابن یمین نے تمثیل اچھی دی ہے مگر ایک آدھ صورت ایسی ہی ہے جب یہ گھڑا بھر جاتا ہے ۔ اُسکا ذکر انھوں نے نہیں کیا ۔ چوتھے مصرعہ میں حروف زائے معجمہ ایک ہی جگہ دو لائے گئے ہیں اہنیں زبان اٹکتی ہے ۔

اب اسکے مقابلہ میں سعدی کے قطعے کو ملاحظہ فرمائیے ۔ کس عمدگی سے ایک نہایت دلپذیر پیرایہ میں یہی بات بیان کی ہے ۔ کہتے ہیں "تمنے یہ سنا ہوگا کہ غور کے ریگستان میں ایک بنجارہ بیل سے گر پڑا تھا اُسوقت اُس نے کہا کہ دنیا دار کی حریص آنکھ کو یا تو قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی" کتنا نایاب اسلوب سعدی کو ملا ہے جسکا جواب نہیں ۔ ایک بنجارہ جو ملکوں ملکوں خواہش زر میں مارا مارا پھرتا ہوا اُسکا جنگل بیابان میں بیل سے گر پڑنا ، تمام امیدوں پر پانی پھر جانا اور حالت مایوسی میں یوں کہنا کہ دنیا دار کی حریص آنکھ کو یا تو قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی ایک ایسا لطیف مضمون ہے کہ آنکھوں کے سامنے تمام واقعہ کا نقشہ پھر جاتا ہے اور خیال کرنے سے دل پر بہت اثر ہوتا ہے ۔ اگر یہی مضمون ایک کتاب میں ادا کیا جائے تو بھی اتنا دلنشین نہیں ہو سکتا علاوہ اسکے قناعت کی تعلیم اس سے بہتر پیرایہ میں دینا ممکن نہیں ۔ بہ نسبت کھلم کھلا نصیحت کے کسی حکایت یا تمثیل وغیرہ کے پیرایہ میں جب کوئی بات کہی جاتی ہے تو بہت موثر ہوتی ہے ۔ ابن یمین کہتے ہیں کہ انسان کی طبیعت کبھی دنیا سے سیر نہیں ہوتی سعدی نے بھی یہی کہا ہے مگر اسمیں یہ

اور نکالی کہ قناعت اور قبر کی خاک سے بھر ہی جاتی ہے "خاک گور" میں ایک پہلو ظرافت کا ہے
اس شعر میں چشم تنگ کنایہ حریص سے ہے۔ اس لفظ نے ایک معنوی خوبی اور پیدا کر دی وہ یہ کہ
اول دنیا دار کی آنکھ کو کنایۃً تنگ کہا۔ پھر اسکی فراخی اور وسعت یہانتک دکھائی کہ دنیا کی کوئی چیز
سوائے قناعت یا قبر کی مٹی اُس کو بھر ہی نہیں سکتی۔ اسمیں ایک قسم کی صنعت "متحمل الضدین" ہے۔

خاموشی

ابن یمین	بگفتار اگر در فشاند کسے خردمند خامش بود چون صدف	خموشی بہ بسیار ازین خوشتر است اگرچہ درونش پر از گوہر است
سعدی	اگرچہ پیش خردمند خامشی ادب است دو چیز طیرۂ عقل است دم فرو بستن	بوقت مصلحت آں بہ کہ در سخن کوشی بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

ابن یمین کہتے ہیں "بات کرنے میں اگر کسی کے منہ سے موتی بھی جھڑیں تو بھی چپ رہنا اس سے
زیادہ بہتر ہے۔ عقلمند کے پیٹ میں اگرچہ موتی بھرے رہتے ہیں مگر وہ سیپی کیطرح خاموش رہتا ہے"
اس قطعے میں اچھی باتوں کو موتیوں سے اور عقلمند کو سیپی سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن جب تک سیپی کو
توڑا نہ جائے کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ اسمیں موتی بھرے ہوئے ہیں یا مٹی۔ محض خاموش آدمی پر
کیونکر عقلمندی کا اطلاق ہو سکتا ہے ورنہ گونگا سب سے زیادہ خطاب عقلمندی کا مستحق ہوگا علاوہ
اسکے آدمیت سے بعید ہے کہ گونگے کا گڑ کھائے اور لوگ اس سے خواہ کچھ ہی پوچھیں منہ میں گھنگنیاں
بھرے بیٹھا رہے اور گفتگو کا چاہے کیسا ہی موقع کیوں ہو منہ سے کچھ نہ پھوٹے جب تک ہم کسی کی
گفتگو نہ سنیں کیسے معلوم ہو کہ وہ عقلمند ہے یا بیوقوف۔ موتی کی قدر اُس وقت ہوتی ہے جب
سیپی سے نکلے اور آدمی کی عقل اسکی باتوں سے پہچانی جا سکتی ہے۔ مرزا سودا نے بالکل صحیح کہا ہے

زباں پہ لا سخن خوب تو نہ رکھ دل میں	کہ اُس گہر کی نہیں قدر جو صدف میں رہا

اس قطعے پر یہ اعتراض بھی ہو سکتا ہے کہ ابن یمین اوروں کو تو خاموش رہنے کی نصیحت کرتے ہیں
مگر خود خاموش نہ رہے اور نصیحت کی۔ اگر یہ مانا جائے کہ اس قطعہ میں مبالغہ ہے اور شاعر کا مقصود
قطعی خاموش رہنا نہیں ہے تاہم مبالغہ سے کوئی بات بیان کرنا بھی عیب ہے۔
اسکے مقابلہ میں دیکھیے سعدی کی نصیحت کسقدر جامع ، بلیغ موافق عقل اور دستور العمل

جتانے کے قابل ہے کہتے ہیں" اگرچہ عقلمند کے نزدیک خاموشی ادب میں داخل ہے مگر مصلحت کیوقت مناسب ہے کہ گفتگو بھی کرو۔ دو باتیں بہت بیوقوفی کی ہیں گفتگو کے موقع پر چپ سادھ لینا اور خاموشی کے موقع پر باتیں بنانا" ایک اور جگہ بھی سعدی نے خاموشی کے متعلق کسیقدر تفصیل سے فرمایا ہے۔

نظر کردم بہ چشم رای و تدبیر	ندیدم بہ ز خاموشی خصالے
نگویم لب بہ بند و دیدہ بر دوز	ولیکن ہر مقامے را مقالے
زمانے بحث علم و درس و تدریس	کہ باشد نفس انساں را کمالے
زمانے شعر و شطرنج و حکایات	کہ باشد دفع خاطر را ملالے
خدا ایست آنکہ ذات بے مثالش	نگردد ہرگز از حالے بہ حالے

مطلب یہ کہ "میں نے نظر فکر و تدبیر سے دیکھا مگر خاموشی سے بہتر کوئی خصلت نظر نہیں آئی۔ یہ تو نہیں کہتا کہ ہونٹ بند کرلو اور آنکھیں سی لو۔ ہاں مگر اس کا لحاظ ہے کہ ہر بات کا ایک موقع ہوتا ہے ایک وقت علمی مباحثوں اور درس و تدریس کا ہے جس سے انسان کے نفس کو کمال حاصل ہو۔ ایک وقت شعر شطرنج قصے کہانیوں کا ہوتا ہے جن سے طبیعت بہلتی ہے اور ملال رفع ہوتا ہے صرف خدا کی ذات بے مثال ایسی ہے جو ہمیشہ ایک ہی حال پر رہتی ہے"

تھوڑے سے آرام کے لیے بہت تکلیف نہ اٹھانی چاہیے

ابن یمین

طعام چرب و شیرین سلاطین	جواب تلخ دربانی نیرزد
مجو زینت زیاقوت و زمرد	کہ اینہا کندن کانی نیرزد
بکنج بندگی خاموش بنشین	کہ ملک مصر زندانی نیرزد

سعدی

ترک احسان خواجہ اولی تر	کاحتمال جفائے بوابان
بہ تمنائے گوشت مردن بہ	کہ تقاضائے زشت قصابان

ابن یمین کے قطعے کی بحر شگفتہ۔ بندش اچھی اور الفاظ بہت مناسب ہیں مگر معنے و مطلب بہت محدود اور کسیقدر ناقص ہے۔

پہلے شعر میں کہتے ہیں" بادشاہوں کے ہاں کے میٹھے اور مرغن کھانے اس قابل نہیں کہ انکے لیے دربانوں کی ذلت

کے کڑوے جواب سنے جائیں" اس شعر میں صنعت تضاد ہے۔ الفاظ شیریں و تلخ ایک دوسرے کی ضد ہیں بات اچھی کہی ہے مگر صرف ادنیٰ طبقے کے لوگوں کے لئے کارآمد ہے جو کھانے کے مارے سپاہیوں کے دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ اب اسکے مقابلہ میں سعدی کے پہلے شعر کو دیکھیے کہتے ہیں "درباریوں کی جفا برداشت کرنے سے امیر کے احسان پر لاحول پڑھ دینا بہتر ہے" پہلے مصرعہ میں لفظ "احسان" بہت ہی بلیغ ہے اور نہایت وسیع معنی رکھتا ہے۔ ایسے ہی لفظ "جفا" بھی بہت جامع و مناسب ہے احسان کے ضمن میں کھانا، پینا، نوکری چاکری سعی سفارش۔ لین دین سب آگئے اسی طرح جفا میں جواب تلخ۔ دھکا پیلی۔ لپا ڈگی۔ بدزبانی سب موجود ہے اور مقابلہ ابن یمین کے شعر کے یہ اعلیٰ ادنیٰ سب درجے کے لوگوں کے لئے ایک عمدہ نصیحت ہے۔

دوسرے شعر میں ابن یمین کہتے ہیں "یاقوت و زمرد اس قابل نہیں ہیں کہ انکے لئے کان کھودنے کی تکلیف اٹھائی جائے" جو شخص یاقوت و زمرد پہننے کی حیثیت رکھتا ہے گو اُسے کان کھودنی نہیں پڑتی تاہم حصول جواہرات میں دقت و زحمت ہوتی ہے۔ شاعر کی مراد شاید اُسی تکلیف سے ہو۔

تیسرے شعر میں ابن یمین فرماتے ہیں "گوشہ میں بیٹھے اللہ اللہ کرو ملک مصر اس قابل نہیں کہ اُسکے لئے قید بھگتی جائے"۔ اگر شعر کا مطلب وہی لیا جائے جو صاف طور پر ظاہر ہے تو اسکا مضمون بالکل خیالی و فرضی معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ کسی ایسے آرام کا ذکر کرنا چاہیئے تھا جسکے ساتھ واقعی کوئی تکلیف لگی ہوتی۔ شاعر نے حضرت یوسفؑ کے قصہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے مگر وہ بالکل اتفاقی امر تھا کہ انکو قید کے بعد وہاں کی بادشاہت ملگئی تھی۔ یہ لازم نہیں ہے کہ جو شخص قید کاٹ لیتا ہے وہی مصر کا بادشاہ ہوجاتا ہے۔ شاذ کو بطور کلیہ کسطرح مان سکتے ہیں۔ بالفرض مصر سے اگر جاہ و حشمت اور زندان سے تکالیف مراد ہیں تو البتہ یہ مطلب ٹھیک ہوتا ہے مگر نصیحت ہمیشہ ایسے صاف و صریح الفاظ اور سلجھے ہوئے استعاروں میں ہونی چاہیئے کہ سننے والا شعر ختم ہونے سے پہلے ہی مطلب سمجھ جائے۔ خیر ان دونوں شعروں کا جواب سعدی کا دوسرا شعر ہے جسمیں فرماتے ہیں "قسائیوں کے ناگوار تقاضے سننے سے گوشت کی آرزو میں مرجانا بہتر ہے" اصلیت و حقیقت کے لحاظ سے اس شعر کو ابن یمین کے دونوں شعروں پر بے انتہا تفوق حاصل ہے اور ایسے تجربہ کی بات کہی ہے جسکا جواب نہیں۔ شعر سنتے ہی تقاضا کرنیوالے قسائیوں کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔

م - ع ۸۹۱۴۵۱۵۴
13992

آخری درج شده تاریخ پر یه کتاب مستعار
لی گئی تهی مقرره مدت سے زیاده رکهنے کی
صورت میں ایک آنه یومیه دیرانه لیا جائیگا۔

کتب خانہ جامعۂ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس رفقا، مجلس انتظامی، مجالس شعبہ جات و نصاب پانچ کتابیں ایک وقت میں اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲۔ اساتذہ جامعۂ عثمانیہ و کلیات ملحقہ و گزیٹڈ عہدہ داران جامعہ اور اراکین دار الترجمہ دس کتابیں ایک وقت میں اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۳۔ طلبائے ایم۔اے، ایل ایل۔بی و تحقیقاتی جماعتوں سے ترجمہ شدہ دو کتابیں، بی۔اے اور انٹرمیڈیٹ کے طلبہ تین کتابیں ایک وقت میں اپنے پاس رکھ سکیں گے۔ طلبہ پانچ کتابیں دو ہفتہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو طلبہ سے جواب طلب کیا جائے گا۔

ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائے گا۔

۵۔ بشرط موقع کتابیں مکرر جاری کی جا سکیں گی مگر اس غرض کے لیے کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو تشخیص پر ذمہ داری عائد ہوگی۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان سیاہی یا پنسل سے نہ لگایا جائے۔

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط

دستخط ۱